النبی الاطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف : علامہ عبد الرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم : مفتی محمد علیم الدین نقشبندی

مکتبہ مجددیہ سلطانیہ
ملک پلازہ ۔ دینہ ، جہلم

النبی الاطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف: علامہ عبدالرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم: مفتی محمد علیم الدین نقشبندی

مکتبہ مجددیہ سلطانیہ
ملک پلازہ، دینہ، جہلم

نام کتاب ——— النبی الاطہر صلی اللہ علیہ وسلم
مؤلف ——— علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ و تحشیہ ——— محمد علیم الدین نقشبندی
تقدیم ——— سید عبدالرحمٰن بخاری ریسرچ آفیسر قائد اعظم لائبریری لاہور۔
کتابت ——— مشتاق احمد مجددی
طابع ——— منہاج الدین اصلاحی
مطبع ——— شرکت پرنٹنگ پریس
۴۳۔ نسبت روڈ۔ لاہور
بار اوّل ——— فروری ۱۹۸۹ء
تعداد ——— ایک ہزار یک صد
قیمت

ناشر مکتبہ مجددیہ سلطانیہ ملک پلازہ دینہ جہلم

ملنے کا پتہ
اُمّہ پبلی کیشنز
اُمّہ سنٹر۔ ۴۔ اے۔ دربار مارکیٹ لاہور

عرضِ ناشر

حضورِ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ حقیقت بنیاد ہے

اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ، مَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ۔ (ترمذی ابن ماجہ)

ترجمہ: خبردار یاد رکھو دنیا ملعون ہے یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ ملعون ہے ماسوا اللہ تعالیٰ کے ذکر اس کے مشابہ (ذکر انبیاء و صلحاء) اور پسندیدہ چیزوں اور (علم کی تحصیل اشاعت میں مصروف) عالم اور متعلم کے

اس بے ثبات دھرتی پر انسان کے حباب آسا لمحاتِ زیست اس امتحان کا آئینہ ہیں کہ انسان اس نعمتِ حیات کو آخرت کی دائمی سعادتوں کے حصول کا ذریعہ بناتا ہے یا اُسے دنیا طلبی کی رائیگاں کوششوں میں تلف کر دیتا ہے۔ نبوت کی زبانِ حق ترجمان نے یہ باور کرا دیا ہے کہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں اللہ تعالےٰ کے ہاں ایک مچھر کے پَر سے بھی زیادہ حقیر ہیں۔ لہٰذا دنیا میں انسان کی ہر سرگرمی لغو اور مردودِ بارگاہِ حق ٹھہرے گی۔ اگر وہ ذکر اللہ، ذکر صالحین یا علم کے حصول اشاعت سے تعلق نہ رکھتی ہو کہ دنیا کی صرف یہی چار چیزیں اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہیں۔ ایک بندۂ مومن کو چاہیئے کہ وہ شاہراہِ زیست پر ہر قدم اُٹھانے سے پہلے مذکورہ ارشادِ نبوی کے معیار پر اُسے پرکھ لیا کرے۔

زیرِ نظر کتاب کی تیاری اور اشاعت کا محرک یہی جذبہ و احساس رہا ہے کہ حضور رحمتِ عالم و عالمیان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے ایک مسلمان کا تعلق و وابستگی کونین کی ہر سعادت سے بڑھ کر ہے اس لئے سیرت کے موضوع پر لکھنا یا شائع کرنا حصولِ خیر و سعادت کا بہت بڑا ذریعہ ہے کہ یہی ذکر اللہ کی اعلیٰ ترین صورت

حصولِ قرب ومحبت الٰہی کی یقینی ضمانت اور علم وعمل کی بلند ترین منزل ہے۔ قرآن وسنت کے بیسیوں نصوص اس پر شاہد ہیں کہ محبتِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی محبت خدا، اطاعتِ مصطفےٰ ہی اطاعتِ خدا اور ذکرِ مصطفےٰ ہی ذکرِ خدا ہے۔

حدیث قدسی "اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ" میں منشائے ربانی کی توضیح کرتے ہوئے ابن عطا فرماتے ہیں جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِکْرِیْ مَعَكَ وَجَعَلْتُكَ ذِکْرًا مِّنْ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذَکَرَكَ ذَکَرَنِیْ۔ یعنی اے محبوب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر بنا دیا یعنی جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا نیز ارشاد باری تعالیٰ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کی تفسیر میں علامہ سیوطی جیسے جلیل القدر مفسر نے مجاہد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ بِمُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِہٖ یعنی آیت کے منشار میں یہ شامل ہے کہ محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحابِ گرامی کے ذکر سے دلوں کو تسکین ملتی ہے۔

ذکر تیرا ہے ہر اک کے لئے وجہ سکون ۔ یاد تیری ہی مداوا ہے رسولِ عربی

یہی باعث ہے کہ عالم میں جہاں بھی رنگ وبو کا نکھار ہے سب ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہار ہے۔

؎ اسی کے ذکر سے تاباں ہے رنگِ عالم امکاں ۔ بہر عنواں اسی نور ہدیٰ کا ذکر ہوتا ہے

اس وقت دنیائے انسانیت جس فکری انتشار، عملی انحطاط اور روحانی کرب واضطراب کا شکار ہے اس کا مداوا صرف اور صرف حضور فخرِ انسانیت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقائع حیات اور سیرت طیبہ کے ایمان آفریں اور یقین افروز مطالعہ ہی میں مضمر ہے اور پیش نظر کتاب کی اشاعت کا مقصد اور آرزو بھی یہی ہے کہ ہر مسلمان کا دل محبت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو جائے اور اس کی زندگی اس پاکیزہ سیرت کے سانچے میں ڈھل جائے۔

ہو جائے تیری یاد میں یہ زندگی تمام ۔ دل میں ہو تیرا ذکر لبوں پہ ہو تیرا نام

طالب دعا ۔ ابو سعید محمد جمیل مجددی

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

خاتم النبیین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ۔ اما بعد!

اگرچہ مغرب کی یک رخی تہذیب اور مادی نظریۂ حیات کے زیر اثر انسان کے وجود اور حقیقت کے بارے میں ہمارے تصورات مضمحل ہو چکے ہیں لیکن پھر بھی یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل اور ناقابلِ تردید ہے کہ انسان صرف ظاہری جسم (PHYSICAL BODY) کا نام نہیں بلکہ اس میں جسم کے علاوہ اور اس سے اہم تر ایک اور شئے بھی موجود ہے جسے از روئے قرآن روح (SOUL) اور نفسیات کی اصطلاح میں ذات یا شخصیت (PERSONAILTY) کہتے ہیں۔ اقبال نے اسی کو انا، الغو (EGO) یا خودی سے بھی تعبیر کیا ہے ؎

نقطۂ نورے کہ نامِ او خودیست در وجود ما شرارِ زندگی است

کائنات کے ذرّے ذرّے کی طرح جسم و روح کا یہ مجموعہ اشرف المخلوقات انسان بھی قدرت کے عالمگیر قانونِ نشوونما کے تحت ہمہ جہتی ارتقاء اور بالیدگی کا محتاج ہے۔ جسم و ذات کا مکمل، فطری اور ہم آہنگ ارتقاء اس کا مطلوب ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جسمانی نشوونما کی نسبت باطنی شخصیت کی تکمیل زیادہ ضروری ہے کیونکہ انسان کی اصل حقیقت اس کی ذات یا خودی ہے۔ جسدِ عنصری تو انسانی ذات کا تابع اور خدمتگذار ہے جس نے ذات کے اظہار، نشوونما اور تکمیلِ مقاصد کے لئے اپنی تمام جبلتوں سمیت خودی سے وجود پایا ہے ۔

پیکرِ ہستی ز آثارِ خودی است   ہر چہ می بینی ز اسرارِ خودی است

اور ؎

قالب از ما ہست شد نے ما ازو   ساغر از مے مست شد نے مے ازو

اس لئے زندگی کا حقیقی مقصد انسانی ذات یا خودی کی نشوونما و تکمیل ہے جسم کی پرورش اور نمو جو میکانکی طور پر ہوتی رہتی ہے محض ثانوی حیثیت رکھتی ہے ۔ اوسپنسکی کہتا ہے :-

"انسانی ارتقاء کا مفہوم ہے ان قویٰ و ممکنات (یعنی شخصیتِ انسانی) کا نشوونما پانا جن میں میکانکی طور پر بالیدگی نہیں ہوتی صرف اسی نہج کی بالیدگی، صرف اسی انداز کی نشوونما انسان کا حقیقی ارتقاء کہلا سکتی ہے ۔ اس کے علاوہ اور کسی چیز کو انسانی ارتقاء نہیں کہا جا سکتا" [1]

ایک اور مغربی مفکر جوڈ لکھتا ہے :-

"انسانی ذات ہی سے انسان کی تکمیل ہوتی ہے کیونکہ وہ انسان کے تمام اجزاء کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے اور ان کے مجموعہ سے کچھ الگ اور زیادہ ہوتی ہے" [2]

پس یہ طے پا گیا کہ انسانی شخصیت کی نشوونما ہی درحقیقت مقصودِ زندگی ہے کیونکہ یہی دنیا کی سب سے زیادہ خوبصورت، عزیز اور گراں قدر شئے ہے ۔ اسی پر دین و دنیا کی کامیابی اور جسمانی و روحانی صحت کا دارومدار ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی :

"اَلَا إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ" [3]

اور "مَنْ أَصْلَحَ جَوَّانِيَّهُ أَصْلَحَ اللّٰهُ بَرَّانِيَّهُ" (یعنی جس نے اپنے باطن کو سنوار لیا اللہ تعالیٰ اسکے ظاہر کو سنوار دیگا۔

---

[1] OUSPENSKY : INSEARCH OF THE MIRACULOUS, P-56

[2] بحوالہ انسان نے کیا سوچا ؟ ص ۹۶

[3] البخاری : الجامع الصحیح ، باب الایمان ۔

کا مدعا بھی یہی ہے کہ انسان کی ذات و شخصیت جسے نفس، قلب اور روح سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے کی تربیت اور تعمیر و تہذیب ہی سے انسانی زندگی تکمیل پاتی ہے۔ ذات سنور جائے تو وجود کا ہر پہلو نکھر جاتا ہے اور جب تک انسانی ذات کی گہرائیوں میں انقلاب نہ آئے ظاہری زندگی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔ بقول اقبال :

"زندگی میں اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ پہلے اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب پیدا نہ ہو اور کوئی نئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود انسان کے ضمیر میں متشکل نہ ہو۔" [1]

الغرض انسان کے اندر زندگی کا مرکز خودی یا ذات و شخصیت ہے جس کی تعمیر و تربیت اور نشو و نما ہی غایت حیات ہے اور ظاہر ہے کہ عالم اسباب میں جس طرح انسانی جسم کی نشو و نما کے لئے خوراک کی ضرورت ہے اس طرح ذات انسانی کی نمو اور بالیدگی کا انحصار روحانی اقدار (SPIRITUAL VALUES) پر ہے جن کا مجموعہ دین سے تعبیر ہے۔ پھر یہی نہیں کہ انسانی شخصیت اور سیرت و کردار کی تعمیر کا مؤثر ترین ذریعہ مذہب ہے۔ بلکہ اگر دقت نظر سے دیکھا جائے تو خود دین کی غایت و منشا ہی انفرادی اور سماجی شخصیت کی نشو و نما قرار پاتی ہے۔ اقبال ہی کے الفاظ میں :

"مذہب کی اصل غایت یہ ہے کہ زندگی کی سطح کو بتدریج بلند کرنے کے لئے ایک مربوط اور متناسب عمرانی نظام قائم کیا جائے۔ مذہب سیرت انسانی کا ایک نیا اسلوب یا نمونہ پیدا کر کے اس شخص کے اثر کے لحاظ سے جو اس سیرت کا مظہر ہے اس نمونے کو دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے اور اس طور پر وہ ایک نئی دنیا کو نیست سے ہست کرتا ہے۔" [2]

---

[1] اقبال: مقدمہ پیام مشرق ص "م"   [2] عبدالواحد : مقالات اقبال ص ۱۲۳

درحقیقت انسانوں کی تعمیر شخصیت اور سیرت سازی ہی وہ ذریعہ ہے جس سے دین انہیں قربِ خداوندی اور خلافتِ الٰہیہ کے ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے لئے تیار کرتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ دین کا بنیادی وظیفہ و کردار اور تمام انبیاءِ کرام کی بعثت کا اصل مقصود تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے ذریعے انسانی شخصیت کی تعمیر و تشکیل ہی رہا ہے اور یہی سبب ہے کہ تزکیہ کا عمل انسانی معاشرے کے کسی خاص گروہ یا طبقہ تک محدود نہیں بلکہ اس کا تعلق پورے معاشرے سے یکساں ہے اور دین میں اُس کی حیثیت بنحوائے ارشادِ باری تعالیٰ :

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا [1]

ہر شخص کے لئے ایک لازمی انفرادی ضرورت کی ہے۔ دینی سعادت اور اخروی نجات کا انحصار اسی تزکیۂ نفس پر ہے جو بالفاظِ دیگر انسانی شخصیت کی تعمیر و تہذیب سے عبارت ہے۔

تعمیرِ شخصیت کے لئے نمونۂ عمل کی احتیاج

انسانی شخصیت کی نشوونما سیرت سازی کے دقیق نفسی عمل پر منحصر ہے جو ایک خاص مزاج و اسلوب کے مطابق مسلسل تربیت اور تدریجی ارتقاء کے ذریعہ تکمیل پاتا ہے۔ تربیت و ارتقاء کے اس مسلسل عمل میں یوں تو بہت سے عوامل و ذرائع اپنا کردار ادا کرتے ہیں لیکن سیرت و کردار کے کسی بھی سانچے میں ڈھلنے کے لئے اور اوصاف و اخلاق کے کسی بھی معیار کے مطابق زندگی کو سنوارنے کی خاطر ایک محسوس انسانی نمونۂ عمل کی ضرورت بدیہی طور پر مسلّم ہے۔ ایک غیر تربیت یافتہ ذات کے لئے ناگزیر ہے کہ کوئی نشوونما یافتہ ذات بطور خارجی نمونۂ کمال اس کے سامنے رہے۔ اگر انسان کے سامنے

---

[1] الشمس : ۹، ۱۰

اس قسم کا کوئی خارجی معیار نہ ہو تو وہ کبھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کی ذات کی نشو و نما ہو رہی ہے یا نہیں؟ اور اگر ہو رہی ہے تو کس حد تک؟ انسان فطری طور پر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں محض زبانی تعلیم اور وعظ و تلقین کے مقابلہ میں کسی پیکرِ محسوس کے اپنائے ہوئے اعمال و اخلاق کو تقلید و اتباع اور پیروی کے ذریعہ بہت جلد اختیار کر لیتا ہے۔ اسی لئے تعلیم و تربیت کے تمام ذرائع و اسالیب میں سب سے مؤثر ذریعہ "تربیت بالقدوہ" یعنی عملی نمونہ کے ذریعہ تربیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ والدین اور اساتذہ کی تعلیم و تلقین سے زیادہ اولاد اور تلامذہ پر ان کی عملی سیرت و کردار کا اثر ہوتا ہے۔

بناء بریں یہ واضح ہے کہ انسان اپنی ذات کی نشو و نما اور عملی زندگی کی تشکیل و تعمیر میں ایک اعلیٰ معیارِ کمال اور پاکیزہ نمونۂ سیرت کا محتاج ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آغازِ انسانیت ہی سے رشد و ہدایت کے پیکر انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ کوئی دَور اور زمانہ ایسا نہیں گزرا جب مختلف قوموں اور علاقوں کے لئے پیغمبر نہ بھیجے گئے ہوں اور قرآن کریم شاہد ہے کہ اس سارے سلسلۂ بعثت و رسالت کا مقصود ہی یہ رہا کہ ہر دَور اور ہر علاقہ میں انبیاء کرام انسانی زندگی کے تشکیل و تنظیم اور شخصیت و کردار کی تعمیر کے لئے اپنی پاکیزہ سیرت بطور نمونۂ ہدایت پیش کریں اور دنیائے انسانیت ان کی پیروی کے ذریعہ دنیوی و اخروی سعادت کی منزلیں طے کر سکے۔ اگر صرف زبانی احکام و ہدایات اور لکھی ہوئی تعلیمات کے ذریعہ انسانی زندگی میں انقلاب برپا کیا جا سکتا تو بنی نوع انسان میں انبیاء کرام مبعوث کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ ہر شخص کو بلاواسطہ ہدایتِ ربانی سے نواز دیا جاتا اور اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیدیا جاتا۔ لیکن یہ بات بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ محض زبانی احکام و تعلیمات کے ذریعہ اور عملی نمونۂ کمال کے بغیر مقصدِ ہدایت پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ علم و ہدایت جب تک عمل و کردار کی صورت میں ڈھل کر سامنے نہ آئے اس کا صحیح فہم ممکن ہوتا ہے

و مخاطبین پر اس کے مطلوبہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ایک اسلامی روایت کے مطابق کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام مبعوث فرمائے مگر تمام انبیاء میں سے صرف چار کو مستقل کتابیں اور بعض کو صحائف عطا فرمائے۔ ان کے علاوہ باقی سب انبیاء کو ہدایتِ ربانی وحی غیر متلو کے ذریعہ ہی دی گئی ان پر کوئی وحی متلو نازل نہ ہوئی جبکہ ہر نبی کی امت پر اپنے پیغمبر کی اطاعت و اتباع بلحاظ ارشاد باری تعالیٰ :

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ [1]

"یعنی ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے"۔ بطورِ حقِ رسالت و حکمِ ایزدی فرض و لازم تھی۔ اسی لئے ہر نبی نے اپنی قوم کو خوفِ خدا اور اپنی اطاعت و پیروی کی دعوت دی جیسا کہ قرآن حکیم میں ہر نبی کی تلقین کے حوالہ سے "فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ [2]" کے الفاظ دہرائے گئے ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوگیا کہ دین کا اصل دارو مدار وحی متلو یا کسی کتاب و صحیفہ کے نازل ہونے پر نہیں ورنہ ہر نبی پر کتاب نازل کی جاتی اور ہر قوم کو ایک مقدس صحیفہ عطا کیا جاتا کیونکہ ہر قوم صاحب دین تھی بلکہ دین و شریعت کا اصل دارو مدار پیغمبر کی سیرت و سنت کی اتباع پر ہے کہ اتباعِ رسول ہی ایمان باللہ کی اساس اور تعمیرِ سیرت کی بنیاد ہے۔ پیغمبر کی سیرت و سنت ہی سے قوم کے ذہن و ذوق اور مزاج و شخصیت کی نمود ہوتی ہے اور قوم و ملت اپنے نبی کے اسوہ و سیرت کی آئینہ دار ہوا کرتی ہے۔ اسی لئے رب العزت نے دنیا کی کسی بھی قوم و ملت کو پیغمبر کی بعثت سے محروم نہیں رکھا کہ پیغمبر کے بغیر دین کا قیام، ملت کی تعمیر اور معاشرہ کی اٹھان ممکن نہیں۔ چنانچہ فرمایا :

---

[1] النساء : ۶۴ [2] الشعراء : ۱۰۸، ۱۳۱، ۱۴۴، ۱۶۳، ۱۷۹ ☆

"لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ"[1] اور "اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ"[2]

قرن ہا قرن کے تسلسل پر محیط یہ نظام بعثت و رسالت دراصل اسی حقیقت و غایت کی تکمیل کے منشائے ربانی کا عکاس ہے کہ نوع انسانی کو ہمیشہ تعمیر شخصیت اور تشکیل زندگی کے لئے ایک خارجی معیار ہدایت، ایک محسوس نمونۂ عمل اور ایک فعال معلم و مربی درکار ہے۔

منبع ہدایت و دائمی نمونۂ عمل سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم — انسانی شخصیت اور سماج کی تعمیر و تشکیل کا جوہر ربانی

منہاج سلسلۂ بعثت و ارشاد کے ذریعہ نوع انسانی کو تدریجی ارتقاء کے ساتھ دیا جاتا رہا وہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر آکر منتہائے کمال کو پہنچ گیا۔ آپ پر غایت تخلیق عالم اور غایت نبوت و رسالت نقطۂ کمال کو پہنچ کر دونوں غایتیں ختم ہو گئیں۔ کہ نبوت و رسالت اپنی ابتداء سے جن اوصاف کو لے کر شروع ہوئی اور جس حد پر آکر رُکی اس دوران جتنے بھی شئون و کمالات انبیاء کرام کو ملے وہ سب کے سب حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اس طرح جمع ہو گئے کہ پہلے کسی میں اس طرح جمع ہوئے نہ آئندہ ایسا ہونا متصور ہے۔ اب بشریت کے دائرہ میں علمی و عملی کوئی مرتبہ باقی نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو حاصل ہو سکے۔ کیونکہ بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ ۵

ہر رتبہ کہ بود در امکاں بروست ختم — ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

بناء بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت شریفہ کے بعد انسانیت کے لئے من کل الوجوہ ہدایت و سعادت اور فلاح و نجات کا راستہ ہمیشہ کے لئے آپ کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ کی اتباع میں منحصر ہو کر رہ گیا ہے۔ آپ کی سیرت آفاق کی سب وسعتوں پر حاوی اور وقت کے لا متناہی تسلسل پر محیط ہے۔

---

[1] الرعد: ۷ [2] فاطر: ۲۴

؎ کونین میں وہ ایک ہی راہبر ہے کہ جس کی | تابانی نقش کفِ پا سب کیلئے ہے
ازل سے تا بہ ابد تو محیطِ دوراں ہے | طلبِ وقت کو دستورِ سرمدی تجھ سے

آپؐ کی ذات قیامت تک کے لئے منبعِ ہدایت اور سرچشمۂ فکر و عمل ہے۔ اب رہتی دُنیا تک جس کو جو کچھ ملے گا اسی مبدأ فیض سے ملے گا۔ انفرادی و اجتماعی شخصیت کی نشو و نما اور تربیتِ ذات کا ہر اسلوب اسی مرکزِ نبوت سے مستفاد ہو گا اور قربِ الٰہی کی نادیدہ منزلوں پر جادہ پیمائی کا قدمِ اوّل بھی اسی نقشِ پا کی اتباع میں اُٹھے گا اور حاصلِ منزل بھی اسی درگاہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی باریابی ہو گی کہ بقول سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ :

"مخلوق پر خدا تک رسائی کے سب راستے بند ہیں بجز راہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے، تو جو شخص اس راہِ ہدایت پر چلے گا وہ یقیناً قربِ باری تعالیٰ کی منازل رفیعہ سے ہمکنار ہو گا۔"[1]

اور جو کوئی اس صراطِ مستقیم سے ذرا بھی ہٹ کر وصالِ باری کی تمنا رکھے وہ ہمیشہ کفر و ضلالت کی وادیٔ تیہ میں سرگرداں رہے گا اور کبھی منزلِ مقصود سے ہمکنار نہ ہو سکے گا کہ خود خالق انفس و آفاق نے اس حقیقت کو اپنے ارشادِ گرامی :

"وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ"[2]

اور "وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ"[3]

اور دیگر سینکڑوں آیاتِ کریمہ کے ذریعہ عالم آشکار کر دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع کے بغیر راہِ حیات میں اٹھنے والا ہر قدم گمراہی کی تیرہ و تار منزلوں کی طرف ہی بڑھتا ہے کہ ؎

محمدِ عربیؐ کآبروئے ہر دو سرا ست | کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او
شاید اسی کا نام ہے توہینِ جستجو | منزل کی ہو تلاش ترے نقشِ پا کے بعد

---

[1] خواجہ ضیاء اللہ "مقاصد السالکین" اردو ص ۲۳ [2] آلِ عمران : ۸۵

[3] الانعام : ۱۵۳

دورِ بین و حقیقت شناس نگاہوں سے دیکھا جائے تو ادیانِ عالم میں اسلام کا مابہ الامتیاز اور مدارِ حقانیت ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی قرار پاتی ہے کہ آپ کی تصدیق معیارِ ایمان، آپؐ کی محبت اساسِ دین اور آپؐ کی اتباع حاصلِ زیست ہے۔ ہمارے نظامِ فکر و عمل کی روح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے، کہ اگر ایک شخص توحیدِ باری تعالیٰ، تمام عقائد و نظریات اور تعلیماتِ الٰہیہ پر یقین رکھتا ہو اور جملہ احکام و اخلاقِ اسلامی پر بھی عمل پیرا ہو لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اعتقاد و اذعان سے محروم ہو تو وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ اشاعرہ، ماتریدیہ اور معتزلہ سبھی کے نزدیک بالاتفاق ایمان کی تعریف یہ ہے کہ :-

"اَلْاِیْمَانُ ھُوَ التَّصْدِیْقُ بِمَا جَآءَ بِہِ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"

یعنی ایمان دراصل مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر وثوق و اعتماد اور اطاعت و انقیاد کی اس آخری منزل کا نام ہے جہاں طلبِ دلائل کے بغیر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے حوالے سے اور آپؐ کے اعتماد پر تمام دیدہ و نادیدہ حقائق اور جملہ اعتقادات، عملیات اور اخلاقیاتِ اسلامیہ کی قلبی و عملی تصدیق کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال و افعال کو محض جذبۂ وفاداری کی بنیاد پر قبول کر لینا ہی طبعی اقتضاء اور سرورِ خاطر محسوس ہو۔ بات اس حد تک واضح ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بغیر معتبر نہیں کہ اسلام میں خدا کو صرف یکتا ماننا ہی مطلوب نہیں بلکہ اسے ربِّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت میں ماننا درکار ہے جیسا کہ حضرت مجددِ الفِ ثانیؒ نے تصریح کی ہے :-

"من خدائے عزوجل را برائے آں دوست می دارم کہ آں ربِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم است"[۱]

---

[۱] شیخ ابوسعید : ہدایۃ الطالبین صـ ۱۱۶

بقول ظفر علی خاں ؎

بجز حُبِّ محمد کامل ایماں ہو نہیں سکتا
صرف خدا کو ماننے والا مسلماں ہو نہیں سکتا

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے اپنی نسبتِ محبت و اطاعت کو استوار کئے بغیر دین و ایمان کی محکم پناہ گاہ میں داخل ہونا ممکن نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ عظمیٰ کے بغیر کسی بھی چیز کو جاننے یا پانے کی کوشش وآرزو کرنا عمرِ رائیگاں کے سوا کچھ نہیں کہ خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں دوٹوک انداز سے واشگاف کر دیا ہے کہ :-

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا"[1]

"یعنی جو کچھ تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عطا کر دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے باز رہو"

اس ارشاد باری تعالیٰ میں لطیف اشارہ پنہاں ہے کہ توحید وآخرت سمیت تمام عقائد اور جملہ احکام و اشیاء پر ایمان صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اور آپ پر وثوق و اعتماد کی بنیاد پر ہی مقبول ہے۔ آپ سے ہٹ کر ایمان وعمل کا کوئی تصور از رُوئے اسلام پیدا نہیں ہوتا اس لئے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ تمہیں خدا نے عطا فرمایا ہے اسے لے لو اور جس چیز سے خدا نے روکا ہے اس سے رک جاؤ" بلکہ اس منع و عطا کی نسبت صراحتہً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے جو شعوری تنبیہ ہے اس حقیقت پر کہ کسی چیز کا خدا تعالےٰ کی طرف سے ہونا صرف اسی وقت معتبر ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسُنت سے اس کا ثبوت مل جائے اسی شعور وعرفان کا ثبوت ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا وہ معروف واقعہ جس میں آسمان پر چمکتے نور سے یہ پکار آئی کہ "میں تمہارا رب ہوں اور کثرتِ ریاضت کے باعث میں نے

---

[1] الحشر : ۵

تمہارے لئے ہر چیز حلال کر دی ہے" تو آپ نے فوراً لاحول پڑھ کر کہا کہ او مردود ابلیس! خیر و شر، حلال و حرام اور حق و ناحق کا فیصلہ براہِ راست آسمان سے نہیں گنبدِ خضراء کے مکین صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اب آپ کے پردہ فرمانے کے بعد براہِ راست الوہیت کے نام پر بھی امت کو فریب نہیں دیا جا سکتا کہ ؎

حدِ فاصل خیر و شر کے درمیان ذاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
شاہراہِ زندگی پر معتبر خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور سیرتِ طیبہ کو خدا تعالیٰ نے "برہان و حجت" یعنی اثباتِ حقائق اور خیر و شر کے مابین امتیاز کی انتہائی محکم، ناقابلِ انکار اور فیصلہ کن دلیل و شہادت قرار دیتے ہوئے فرمایا

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا[1]

قرآن شاہد اور تاریخ مصدِّق ہے کہ اس کائناتِ پست و بالا کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر سب سے بڑی حقیقت خود ربّ العالمین کے وجود باجود کا ثبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برہانِ سیرت سے ملتا ہے۔ عرب کے منکرینِ توحید و ربوبیت بھی صداقت و امانتِ محمدی کے دل سے معترف تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اُن کی شدتِ عناد اور کفر پہ اصرار و ہٹ دھرمی سے کبیدہ خاطر ہوئے تو ربّ العزت نے قرآن میں آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا :۔

"فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ[2]"

یعنی یہ معاندین آپ کی عظمتِ کردار اور صداقتِ گفتار کو تو اپنے وجود اہیہ

---

[1] النساء : ۱۷۴ [2] الانعام : ۳۳

اولاد سے بھی بڑھ کر جانتے، پہچانتے اور مانتے ہیں۔ لیکن انہیں الوہیتِ خالق اور آیاتِ حق سے بغض و عناد ہے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغِ حق اور اعلانِ توحید کو اپنی عظمتِ کردار اور برہانِ سیرت کے ذریعے قوت و استناد بخشتے ہوئے کہہ دیجئے۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ [1]

یعنی اے لوگو! میں تمہیں توحید و آخرت، حشر و نشر، جزا و سزا اور شریعت و دین کی جو تعلیم دے رہا ہوں اُن میں سے ہر ایک چیز کے ثبوت و جواز کی سب سے محکم، حتمی، قطعی اور اٹل شہادت خود میری "حیات و سیرت" ہے جس کا ہر پل، ہر گوشہ اور ہر رُخ تمہارے سامنے آفتاب کی طرح روشن اور عیاں ہے۔ سو تم میرے ہر دعوی اور ہر تعلیم کو میری برہانِ سیرت کی روشنی میں پرکھو اور قبول کر لو کہ اس سے بڑھ کر کوئی ثبوت و حجت تمہارے سامنے پیش کرنا ممکن ہے نہ سود مند۔ سو قرآن اور تاریخ دونوں شاہد ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، برہانِ کائنات ہے ؎

خالق کی ہے برہان ترا پیکرِ نوریں　　　اللہ کی دیتی ہے شہادت تری سیرت

؎
دین وہی دین کا عرفاں وہی برہاں وہی
منزلِ زیست وہی زیست کا ساماں وہی

اور کیوں نہ ہو کہ آپ اصلِ کائنات بھی ہیں۔ روحِ شش جہات بھی اور حاصلِ حیات بھی کہ اس بزمِ ہست و بود میں رنگ و بُو اور نکہت و نور کے جتنے بھی کرشمے ہیں سب اسی حسنِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ آرائیاں ہیں۔ عالمِ آب و خاک کا سارا فروغ اسی سے ہے۔ گلوں میں رنگ، ستاروں میں روشنی اور بہاروں میں تازگی

---

[1] یونس : ۱۶

غرض ہر ایک حسن کا مظہر ہی دلکشی انہیں سے ہے۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آنکہ از خاکش بروید جستجو
یا ز نورِ مصطفٰے او را بہا ست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفٰے ست

حق یہ ہے کہ اگر ارض و سماء کی اس بوقلموں محفل سے سیرتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی رعنائیاں نکال دی جائیں تو باقی کچھ نہیں بچتا شش جہات میں موت کا مہیب سناٹا پھیلا نظر آتا ہے کہ جہاں بھی زندگی کی حرکت و حرارت ہے اسی جوہرِ حیات کی جلوہ پیرائی سے ہے ؎

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے

نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

شریعت کے آئینی لہجے میں بات کی جائے تو کھلتا ہے کہ اسلام، قرآن اور امتِ مسلمہ کی تمام شئون و امتیازات بھی شارعِ اسلام، حاملِ قرآن اور صاحبِ امت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اوصاف و شئونِ رسالت کے عکس و پرتو ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصفِ جامعیت نے قرآن کو "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" اور اسلام کو جامع و ہمہ گیر نظامِ زندگی بنا دیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصفِ کاملیت سے قرآن کو "وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا" اور اسلام کو "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" کا رنگِ کمال ملا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقیت کے لحاظ سے قرآن کو "هُدًى لِّلنَّاسِ" اور اسلام کو بفحوائے "وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ" عالمگیریت کا اعزاز ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت للعالمین نے قرآن کو "شِفَاءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ" اور اسلام کو دینِ یسر و سماحت (بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ)

بنا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف خاتمیت کے باعث اسلام آخری الہامی دین اور قرآن "نوع انسان را پیام آخریں" ٹھہرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ تاریخیت نے اسلام و قرآن کی دائمی حفاظت کے لئے "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ"[1] کا مژدہ جانفزا پایا۔ اُمّتِ مسلمہ کے جملہ امتیازات جامعیت و کاملیت، آفاقیت و تاریخیت اور خاتمیت و سیادت وغیرہ بھی صاحب اُمت صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی اوصاف و امتیازات کا عکس و پرتو ہیں کہ بقول اقبال ؎

از رسالت در جہاں تکوینِ ما   از رسالت دینِ ما ، آئینِ ما
ما زحکم نسبتِ او ملتیم !   اہلِ عالم را پیام رحمتیم

اسلام، قرآن اور اُمّتِ مسلمہ کے جملہ اوصاف و امتیازات کے شئونِ نبوت سے مستفاد ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ قادیانی (احمدی) اسلام و قرآن کو ماننے اور خود کو امتِ مسلمہ میں شامل تصور کرنے کے باوجود ہرگز مسلمان نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ختم نبوت پر ان کا ایمان واضح نہیں۔ ختم نبوت کی فاسد و غیر مقبول تاویل نے قادیانیوں کے قرآن کی خاتمیت، اسلام کی ابدیت اور اُمّتِ مسلمہ کی غیریت پر ایمان و یقین کو بھی مردود و باطل ٹھہرا کر انہیں غیر مسلم قرار دے دیا جس سے یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ اسلام و قرآن اور ملتِ بیضا کے تمام اوصاف و امتیازات اور ان پر ایمان تابع ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات پر یقین کے۔ آپ کی تمام صفات پر کامل، واضح اور غیر مشروط یقین کے بغیر کوئی بھی اعتقاد و عمل مقبول نہیں کہ ؎

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحیٰ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کہ کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا
محمد کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے ؎
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

[1] الحجر: ۹

تصریحات بالا سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ انسانی شخصیت کی تعمیر اور ایمان و عمل کی تکمیل میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کسبِ فیض اور اسوۂ حسنہ کی اتباع از روئے دین ایک ایسا فریضہ ہے جس کا حتمی اور قطعی ہونا نصوصِ شریعت کے استقراء، اُمت کے مجموعی و متوارث طرزِ عمل اور عقلِ سلیم کے محکم دلائل کے ذریعہ یقین کی آخری حد تک ثابت ہو چکا ہے۔ اب اس امر میں ذرا بھی شک و تردد محض کور چشمی ہے کہ جملہ اعمالِ صالحہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اساسِ وحدت و مرکزیت، معیارِ ہدایت اور مدارِ نجات ہے کہ

؎ دینِ حق عشقِ نبی کا نام ہے اتباعِ مصطفےٰ اسلام ہے

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اتباعِ سنت کا دائرہ محض حیاتِ تشریعی (LEGAL LIFE) تک محدود نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ اخلاقی و کرداری زندگی کی پیروی درکار ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ " قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔[1] " سے آشکار ہے کہ یہاں اتباعِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثمرہ و انعام " خلعتِ محبوبیت باری تعالیٰ " بتایا گیا ہے جو ظاہر ہے کہ تشریعی اور قانونی زندگی میں پیروی کا صلہ نہیں کیونکہ فرائض و احکام کے قانونی دائرہ میں تو اتباعِ رسول فرض و لازم ہے اور ادائیگیٔ فرض سے گناہ ساقط ہوتا اور عذاب سے رہائی ملتی ہے نہ کہ خلعتِ محبوبیت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ پس جس طرح حدیثِ قدسی
" لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ "
میں فرائض و واجبات سے بڑھ کر نوافل و طاعات کا صلہ محبوبیت باری تعالیٰ کو ٹھہرایا گیا ہے اسی طرح یہاں اس آیت میں بھی " فَاتَّبِعُوْنِیْ " سے مراد تشریعی زندگی کے

---

[1] آل عمران : ۳۱

بجائے کرداری و اخلاقی زندگی کی پیروی ہے جو کہ تمام نجی معاملات و تصرفات پر محیط ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام غزالیؒ اور دیگر اکابرینِ اُمّت نے تصریح کی ہے کہ "سعادت کی حقیقی مفتاح یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتِ مبارکہ کے تمام پہلوؤں بشمول آپ کی زندگی کے ذاتی طرزِ عمل جیسے خورد و نوش، نشست و برخاست اور گفتار و رفتار کے طرز و انداز کی مکمل پیروی کی جائے[1] کہ اسلام اور مسلمانوں کی اصل قوت سعادت کا دار و مدار سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق اور غیر مشروط اتباع پر ہے جس سے انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی خصوصیات کے مابین صحیح توازن قائم ہوتا ہے اس لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دو ٹوک انداز میں تصریح کی ہے :-

"ذرہ ایں متابعت مرضیہ از جمیع تلذذات و تنعمات اخروی بمراتب بہتر است فضیلت منوط بمتابعت سنت سنیہ او ست و مزیت مربوط باتیان شریعت او علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔ پس سرمایہ جمیع سعادات متابعت سنت است و ہیولائے جمیع فسادات خلاف شریعت[2]"

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی فضیلت کا ایک شمہ اور ایک ذرہ بھی تمام دنیوی لذتوں اور اُخروی انعامات سے بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن سُنّت کی پیروی ہی میں ساری فضیلت پوشیدہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت جاری کرنے میں ساری بڑائی مضمر ہے۔ پس تمام سعادتوں کا سرمایہ و مرکز اتباعِ سُنّت ہے اور تمام فسادات کا باعث شریعت و سُنّت کی مخالفت۔ خلاصہ یہ کہ ؎

دونوں جہاں کی نعمتیں ہیں ترے انتظار میں　　سرورِ کائنات کی پیروی اختیار کر

---

[1] الغزالی : الاربعین فی اصول الدین ص ۸۹

[2] حضرت مجدد الف ثانی : مکتوبات، دفتر اوّل، مکتوب ۱۱۴

مطالعۂ سیرت کی اہمیت و تاثیر

دینِ حق پر استقامت اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی تبھی ممکن ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مطہرہ کے تمام گوشوں سے کامل آگاہی حاصل کی جائے اور سیرتِ طیبہ کا مسلسل اور عمیق مطالعہ جاری رہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اسلام کی صحیح اور مکمل تصویر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان مبارک سے الہامی ہدایت کا آخری پیغام، کتاب زندہ قرآن حکیم کی صورت میں انسانیت کا سامعہ نواز ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اقوال و اعمال نے اس ہمہ گیر و ہمہ جہت انقلاب کو عملی جامہ پہنایا جو اس الہامی ہدایت کا نصب العین تھا۔ یوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری و باطنی وسعتوں اور پہنائیوں کے لحاظ سے ایک فرد کی سوانح نہیں بلکہ دنیا کی عظیم ترین تہذیبی تحریک کی آئینہ دار اور پوری کائنات کے لئے مکمل اور دائمی دستورِ حیات ہے ؎

خلمتِ دہر میں بھٹکے ہوئے انساں کے لئے ازل تا ابد نور کا دھارا تو ہے

اور یہی وہ خصوصیت و امتیاز ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو جامعیت و آفاقیت اور عملیت و اکملیت کے اعتبار سے تاریخ کا اہم ترین اور بے مثال باب بنا دیا ہے جس کے ہر گوشہ کا مطالعہ صرف اسلام کے تہذیبی ارتقاء کے حوالے سے ہی ضروری نہیں بلکہ انسانی زندگی کی تعمیر و تکمیل اور فلاح و سعادت کے لئے بھی ناگزیر ہے کیونکہ زندگی اسلام کے ہدایتی سانچے میں مکمل طور پر تبھی ڈھل سکتی ہے جبکہ قرآن حکیم کی نظری تعلیمات کے اسوۂ حسنہ کے درخشندہ عملی نقوش کی بھی کامل اتباع کی جائے کہ سیرتِ طیبہ قرآن کی تفسیر کبیر ہی نہیں اس کا کامل ترین عملی ظہور بھی ہے ؎

انہی کے نور سے روشن ہے جادۂ ہستی انہی کی ذات کو عکس کتاب کہتے ہیں

پھر یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ تربیت و رہنمائی کا سب سے

طاقتور ذریعہ اور انسانی قلب و دماغ کے لئے قرآن کے بعد سب سے زیادہ اثر انگیز اور حیات آفریں سرچشمہ ہے جس سے انسان کا دل ایمان و یقین کی حلاوت سے آشنا ہوتا اور اُس کے جذبۂ شوق کی آبیاری ہوتی ہے ۔

یہ اُن کی سیرتِ کامل کا فیض ہے جس نے — خمیرِ آدمِ خاکی میں بجلیاں بھر دیں

زندۂ تا سوزِ اُو در جان تست — این نگہ دارندۂ ایمان تست

یہی وجہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ نے اس شخص کو جو مدعیان علم و اقتدار کے ہاتھوں یقین و ایمان کی دولت ضائع کرا چکا تھا اور روحانی کرب و اضطراب میں مُبتلا تھا یہ وصیت کی تھی کہ سب کچھ چھوڑ کر صرف سیرت نبوی کے مطالعہ اور تدبر و تفکر میں منہمک ہو جاؤ۔ دل، دماغ اور روح کی تمام بیماریوں کے لئے یہی ایک نسخۂ شفاء کافی ہے۔ اور یوں انھوں نے یہ بتلا دیا کہ علم و بصیرت اور یقین و ایمان کا سرچشمہ صرف محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیّبہ اور سیرتِ مطہرہ ہے ۔

آج کے روحانیت سوز ماحول میں جبکہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ہر سطح پر مادّیت اور بہیمیّت کے فروغ نے بار ہا انسان کی باطنی شخصیت کو شکست و ریخت کا شکار بنا دیا ہے کھوکھلی شخصیت، پریشان ذہن، مضطرب روح، غیر متوازن کردار، مفلوج احساس اور مکدر طبیعت یہ ہے کہ عصر حاضر کے انسان کی کُل کائنات، ہر طرف انتشار، انحراف، کجروی اور بے راہروی کی ایک لہر دوڑ رہی ہے۔ اُمت مسلمہ مشرق سے مغرب تک ہمہ گیر زوالِ سیرت میں مبتلا ہے اور اس سب کچھ کا بنیادی سبب اور اصلی وجہ یہ ہے کہ مغرب نے مشرق پر اپنی ثقافتی یلغار کے تسلسل میں اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے اور اُمّتِ مسلمہ کو اپنے وجود و تشخص سے محروم کر دینے کے لئے ابلیسی سازشوں اور دسیسہ کاریوں کا جو تانا بانا بنا تھا اس کا مرکزی نقطہ یہ قرار پایا کہ

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں کبھی — روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

چنانچہ عصرِ جدید کے استعمار نے اپنے ابلیسی ترکش کا آخری تیر استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کے مرکز و محور ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیگانہ کرنے اور نسبتِ محمدی علیٰ صاحبہا التحیۃ کے روحانی و تہذیبی حوالوں سے منقطع کرنے کے لئے عقیدہ اور عمل کے ہر محاذ پر اپنی تمام استشراقی و استغرابی قوتیں صرف کر دیں۔ نتیجہ یہ کہ

عصرِ ما، مارا ز ما بے گانہ کرد　　از جمالِ مصطفیٰؐ بے گانہ کرد

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے　　مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

بنا بریں اس وقت مسلمان جس ذلت و پستی کے عمیق غار میں گرے ہوئے ہیں اس سے نکلنے اور عالمی سطح پر اُمتِ مسلمہ کا منفرد تہذیبی تشخص بحال کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے ساتھ مسلمانوں کا روحانی اور جذباتی تعلق پوری طرح استوار کیا جائے۔ اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کا سینہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرارت سے سرشار ہو۔ ہر مسلمان اپنی جان و مال اور کُل کائنات سے بڑھ کر حضورؐ کے ساتھ محبت رکھے اور معاشرہ کو ایسے تمام منفی عوامل و اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے جو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سرچشموں کو خشک اور مطالعہ و اتباعِ سیرت کے شغف کو کمزور کریں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قلبی وابستگی اور گرویدگی کا یہی وہ محکم رشتہ ہے جو قومیتِ اسلام کی بنیادیں استوار کرتا اور فرد و ملت کو بقاء و استحکام بخشتا ہے ؎

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است　　آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

الغرض ذہنی انتشار اور روحانی اضطراب کے اس دور میں ہماری کشتیٔ حیات کے لئے قابلِ اعتماد لنگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ ہی ہے جس نے بڑے بڑے طوفانوں اور آندھیوں میں ہمیشہ مسلمانوں کو سہارا دیا اور ہماری شناخت، ہماری عظمتوں، ہماری تاریخ اور ہماری سرخروئی کی ضمانت فراہم کی عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کا یہ لافانی جذبہ ماضی کے ہر فتنہ کے مقابلہ میں امت مسلمہ کے لئے آہنی حصار کا کام دیتا رہا اور ہر آزمائش میں پورا اترنے کا حوصلہ بخشتا رہا۔ آج تک اُمتِ مسلمہ کا روحانی وجود نسبتِ محمدی علی صاحبہا التحیۃ کی برکتوں ہی سے قائم ہے اور آئندہ بھی اگر مسلمان اسی رشتۂ حیات کو پختہ رکھیں تو نہ صرف بقاء دوام اُن کا مقدر ہوگی بلکہ کون ومکاں کی سب قوتیں اور بحر و بر کے سب خزانے ان کے زیر تصرف و تابع فرماں ہوں گے ؎

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ ساماںِ اوست بحر و بر در گوشۂ داماںِ اوست

؎ کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

بنابریں یہ واضح ہے کہ عصرِ حاضر میں انسانیت کی استواری اور ہمواری کے لئے مطالعۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی ہے۔

مطالعۂ سیرت کا اہتمام یوں تو دُنیا کی ہر قوم و ملت میں اپنے اپنے زمانے میں پیغمبر آتے رہے اور ہر قوم پر اپنے نبی کی اطاعت و پیروی از روئے حکمِ ربانی فرض و لازم رہی۔ لیکن اس سلسلہ میں ایک اٹل تاریخی اور ثقافتی حقیقت یہ ہے کہ دیگر اقوام و ملل نے عملاً رسالت کو محض ایک مابعد الطبیعی عقیدے کی حیثیت سے اختیار کیا اور اس پر الوہی رنگ چڑھا دیا مگر اپنے نبی کی زندگی کو نمونۂ عمل کے طور پر اپنی ثقافت میں کوئی حیثیت نہ دی بلکہ زندگی کو دین و دُنیا کے دو دائروں میں بانٹ کر ثقافت کو لادینی اساس پر استوار کیا[1]۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے صفحات انبیاء سابقین کے سوانح و سیر کے بارے میں اکثر و بیشتر خاموش ہی نظر آتے ہیں اور اگر کوئی مواد تاریخی طور پر محفوظ ہے بھی تو اس کا تعلق زیادہ تر خوارق و

---

[1] نصیر احمد ناصر: اسلامی ثقافت ص ۱۵۳

معجزات سے ہے جو عملی اتباع و تعمیر سیرت کے نقطۂ نظر سے نوعِ انسانی کے لئے واقعی نمونہ و معیار کی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کے برعکس اسلام میں دین و دنیا ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں لہٰذا اسلامی تہذیب و ثقافت کی بنیاد دین پر استوار ہے اور اس میں رسالت محض ایک عقیدہ ہی نہیں قرآنی تصریحات کے مطابق اسوۂ حسنہ بھی ہے[1] جس میں تربیت و تعمیر سیرت کے دو منہاج جمع ہو گئے ہیں۔ ایک ساکن اور دوسرا متحرک۔ ساکن بایں طور کہ یہ نمونۂ عمل اپنی جگہ قائم و استوار ہے اور انسان اس کی پیروی کے ذریعہ اپنی شخصیت کی تربیت کرتے ہیں اور متحرک اس اعتبار سے کہ نبوت مجرد ابلاغ و تبلیغ کا ادارہ نہیں جیسا کہ منکرینِ سنت نے سمجھ رکھا ہے بلکہ انسانی وجود میں حرکی طور پر متصرف ایک انتہائی فعال قوت ہے اور اپنے فرائض منصبی یعنی دعوت و تعلیم اور تزکیہ و تربیت کے ذریعہ انسانی شخصیت میں اعمال صالحہ اور اخلاق کریمانہ کی ترسیخ و تمکین کا کام انجام دے رہی ہے ؎

نجات اخروی و فوز دنیوی کے لئے وہ ایک نور کا جادہ ہیں ہر کسی کے لئے

اس بنیادی حقیقت کا شعور و ادراک بحیثیت مجموعی امت مسلمہ کا ہر دور میں امتیازی شعار رہا ہے چنانچہ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنی تہذیبی و ثقافتی زندگی کے جملہ مظاہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور صحابۂ کرامؓ کے طرز تعامل سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کی اور بالآخر یہ تجسس ان کے تہذیبی مزاج کا ایک داخلی عنصر بن گیا جس نے ایک طرف دنیا میں سب سے پہلے سیرت، سوانح، حدیث اور اُن سے متعلق بہت سے علوم و فنون کی ایجاد، تنظیم و ترتیب اور حفاظت و اشاعت کا اعزاز اُمتِ مُسلم کو بخشا اور دوسری جانب اتباع سنت کے اس پیغام کو عام کرنے، اسے ایک زندہ عملی

---

[1] الاحزاب : ۲۱

حقیقت بنانے اور زندگی کے تمام دائروں کو اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے بیسیوں فکری و روحانی، تعلیمی و تربیتی اور تہذیبی و ثقافتی دائروں کو جنم دیا جنہوں نے اپنے اپنے دائروں میں بساط بھر فروغِ سیرت و سنتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام انجام دیا۔ یہ اتباعِ سنت اسی دینی فریضہ اور تہذیبی رویہ کا فیضان تھا کہ مسلمانوں نے اپنے ہادی و رہبر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور ارشاداتِ مبارکہ کو اس احتیاط اور تفصیل کے ساتھ محفوظ کر لیا کہ شبلی نعمانی کے الفاظ میں :

"اس کی زبان کے ایک ایک حرف، اس کی حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا اور اس کے حلیۂ وجود کے ایک ایک خط و خال کا عکس لے لیا"[۱]

اور اس ضمن میں صحت و استناد کا اس درجہ اہتمام کیا گیا کہ بقول سپرنگر :

"ایک شخص (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت کی حفاظت کے لئے پانچ لاکھ انسانوں کی زندگیاں محفوظ کر لی گئیں"

لیکن سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور سیرت پاک کے ساتھ اعتناء کے شرف و سعادت میں تنہا مسلمانوں کا حصہ نہیں بلکہ غیر مسلموں کی ایک کثیر تعداد بھی، خواہ علمی مشغلہ کے طور پر یا تاریخ انسان کی اس عظیم ترین و کامیاب ترین زندگی پر حیرت و استعجاب کے اظہار میں اور یا اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی مذموم سازش کے تحت "بہر آئینہ" کسی نہ کسی طور اس کام میں حصہ لے رہی ہے ؎

ہر گوشے میں ہر طبقے میں تیرے فدائی ملتے ہیں
گونج رہا ہے سرورِ عالم کون و مکاں میں نام ترا

الغرض مشرق و مغرب کی تمام علمی زبانوں میں سیرتِ طیبہ پر مختلف درجوں اور مختلف

---

[۱] شبلی نعمانی : سیرت النبیؐ ج ۱ صفحہ ۲ ۔

ضخامت کی اس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں کہ حد و شمار سے باہر ہیں اور تصنیف و تالیف کا یہ سلسلۃ الذہب بدستور جاری ہے اور رہتی دنیا تک جاری رہے گا کہ "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کا یہی تقاضا ہے ۵

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے　　　رفعت شان "رفعنا لک ذکرک" دیکھے

پروفیسر مارگولیتھ نے بجا کہا ہے :

"حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کو ختم کرنا ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا باعث شرف ہے"

"آنچہ خوباں ہمہ دارند" کی تنہا جامع سیرت یقیناً ایک ایسے بحر بیکراں کی حیثیت رکھتی ہے جس کی ہر موج گنبد آبگینہ رنگ کی سب وسعتوں پر حاوی ہے۔ حیات طیبہ کی جامعیت اور بوقلمونی کا یہ عالم ہے کہ چودہ صدیوں پر محیط اسلامی تاریخ کا ہر پہلو بلکہ اس عالم رنگ و بو کا ہر منظر کسی نہ کسی جلوۂ سیرت ہی کا آئینہ دار ہے ۵

زمانہ تیرے لئے ہے ازل، ابد تیرے　　　ان آئینوں میں جھلکتے ہیں خال و خد تیرے

اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سیرت پاک کے مطالعہ اور بیان و اظہار کے اسالیب میں کتنا تنوع اور رنگا رنگی ہوگی۔ چنانچہ مطالعۂ سیرت کے بالواسطہ اسالیب جو کہ اسلامی تہذیب و تاریخ کے بے شمار علمی اور عملی مظاہر ہی درخشاں شئون سیرت کو اجاگر کرنے سے متعلق ہیں، سے قطع نظر صرف براہِ راست کتب سیرت اور ان کے اسالیب بیان پہ ایک نظر ڈالی جائے تو ان میں بھی جامعیت و اختصار اور تفصیل و اطناب کے ہزاروں رنگ نظر آئیں گے۔

چنانچہ مطالعۂ سیرت کے ان براہِ راست اسالیب کو جامع سیرت نگاری یا جزوی

---

۵ الانشراح : ۴

سیرت نگاری، واقعاتی سیرت نگاری یا جذباتی سیرت نگاری اور قرآنی سیرت نگاری یا روایاتی سیرت نگاری کے دائروں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ سابقہ ادوار کی سیرت نگاری میں تفصیل و اطناب اور وقائع بیانی کا رجحان غالب تھا۔ لیکن آج کل جامعیت و اختصار اور جزوی سیرت نگاری پر زور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر الگ الگ کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ بہر حال سیرت نگاری کا طرز و اسلوب اور رنگ و آہنگ کچھ بھی ہو مقصد یہی ہے کہ انسانیت کے آئینہ قلب و روح پر مادیت کا جو زنگ چڑھا ہوا ہے اسے دُور کر کے سیرت و سنت کی نورانی کرنوں سے اس آئینہ قلب کو اس قدر اجال دیا جائے کہ اس میں شبیہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ہی نہیں عکس جمال ذات اتر آئے ؎

سیرت ہے تری جوہر آئینۂ تہذیب　　　روشن ترے جلوؤں سے جہانِ دل و دیدہ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زیرِ نظر کتاب امام ابن الجوزی کی مایۂ ناز تالیف "تلقیح فھوم الاثر" کے حصۂ سیرت کا اردو ترجمہ ہے لہٰذا سطورِ ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن الجوزی۔ مجمل سوانحی تذکرہ

آپ کا نام عبدالرحمٰن، لقب جمال الدین، کنیت ابوالفرج اور ابن الجوزی شہرت ہے۔ سلسلۂ نسب پندرہ پشتوں کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ جوزی کی نسبت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بظاہر زیادہ درست قول یہ ہے کہ یہ بصرہ کے ایک محلہ "جوزہ" کی طرف نسبت ہے کہ ان کے ایک جد بزرگ جعفر اسی محلہ کے رہنے والے تھے [1]۔

---

[1] ابن رجب: کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ، ج ۱ ... اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۲۷۸، ۲۷۴ پر آپ کا تذکرہ ... ۱

ابن الجوزی کے سنہ پیدائش میں بھی اختلاف ہے۔ وجہ یہ کہ خود انہیں بھی قطعی طور پر اپنا سنہ پیدائش معلوم نہ تھا۔ بہرحال وہ ۵۰۸ھ اور ۵۱۲ھ کے درمیان اور غالباً ۵۱۰ھ یا ۵۱۱ھ کے درمیان بغداد میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد کا انتقال ہو گیا تو والدہ اور پھوپھی نے آپ کی پرورش کی۔ آپ کے ہاں تانبے کی تجارت ہوتی تھی اس لئے قدیم اسناد میں "الصفار" کی نسبت بھی آئی ہے۔

حفظِ قرآن کریم اور ائمہ قرأت کی ایک جماعت سے تجوید سیکھنے کے بعد اپنے وقت کے مشاہیر علماء سے مختلف علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے اپنے مشائخ میں ستاسی اکابر اہلِ علم و فضل کا ذکر کیا ہے جبکہ ان کے علاوہ بھی کئی دیگر علماء سے کسب فیض کیا۔ فقہ، جدل، خلاف اور اصول کی تعلیم خاص طور پر ابوبکر الدینوری سے حاصل کی اور ادب و لغت بالخصوص ابو منصور الجوالیقی سے سیکھے۔

ابن الجوزی بہت تیز فہم، قوی الحافظہ اور بلا کے ذہین و فطین تھے۔ اچھی غذا اور خوش لباسی پر خاص توجہ دیتے تھے۔ تاہم زہد و ورع، ذوق صحیح اور لطف مناجات سے پوری طرح بہرہ ور تھے۔ وظائف و عبادات کے پابند، ہفتہ وار قرآن مجید ختم کیا کرتے۔ کبھی کسی سے مذاق نہ کیا اور کبھی کوئی مشتبہ چیز نہ کھائی۔

ابن الجوزی کی بیشتر اور اہم فعالیت وعظ گوئی تھی۔ دور طالب علمی ہی میں جامع المنصور میں وعظ کرنے کی اجازت مل گئی۔ انہوں نے اپنے مواعظ کی بدولت جن میں ان کی فصاحت و بلاغت اور اُن کے علم نے چار چاند لگا دیئے تھے بڑی شہرت پائی۔ خلیفہ المستضئ باللہ نے آپ کو باب الادب میں اپنی موجودگی میں مجالس وعظ منعقد کرنے کی اجازت دی۔ خلیفہ وقت سلاطین، وزراء، اکابر علماء اور بغداد کے اکثر لوگ پابندی سے ان کی مجالس وعظ میں شرکت کرتے تھے۔ [illegible] ابو المظفر کہتے ہیں کہ آپ کے وعظ میں کم سے کم دس ہزار آدمی اور بسا اوقات یہ تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جاتی تھی۔

ابن الجوزی کی انقلاب انگیز مجالس وعظ و درس کی نظیر نہ دیکھی گئی۔ ان مجالس نے سارے بغداد میں تہلکہ مچا رکھا تھا۔ وعظ میں آپ کی تقریر نہایت شستہ ہوتی۔ ارشادات عمدہ معانی لطیف اور استعارات نفیس، اندازِ کلام شائستہ، زبان شیریں اور کلام پاکیزہ ہوتا۔ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ غش کھا کھا کر گرتے، چیخیں نکل جاتیں اور آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ غافل نصیحت حاصل کرتے۔ جاہل علم کی باتیں سیکھتے۔ گناہگار توبہ کرتے اور کافر مسلمان ہوتے تھے۔ خود اُن کی اپنی شہادت کے مطابق یک لاکھ سے زیادہ افراد نے اُن کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کی اور یہود و نصاریٰ میں سے بیس ہزار آدمی ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

۵۷۰ھ میں ابن الجوزی نے بغداد کے درب دینار میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور وہاں درس دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی سال انھوں نے اپنے مواعظ میں قرآن مجید کی تفسیر بھی پوری کر دی۔ آپ عالم اسلام کے وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عوامی مجالس وعظ میں پورے قرآن مجید کی تفسیر بیان کی۔ آپ اپنے مواعظ میں ہمیشہ اتباعِ سُنّت کی تلقین کرتے اور بدعات و منکرات کی سختی کے ساتھ تردید کرتے۔ عقائدِ صحیحہ و تعلیماتِ نبویہ کی اشاعت اور غلط رجحانات کی اصلاح کرتے۔ ان کی بے مثل خطابت، زبردست علمیت اور عام رجوع کی وجہ سے اہلِ بدعت کو ان کی تردید کا حوصلہ نہ ہوا۔ سُنّت کو اُن کے مواعظ و درس اور تصنیفات کے ذریعہ بہت فروغ حاصل ہوا۔

تصنیف و تالیف سے بھی علامہ ابن الجوزی کو غیر معمولی شغف تھا۔ وہ جس روانی سے وعظ کہتے تھے اسی قدر تیزی سے لکھتے بھی تھے۔ اسی لئے کثرتِ تالیفات کی بنا پر بھی آپ کی خاص شہرت ہے۔ ان کے وقت تک کسی مسلمان مصنّف نے اتنی تعداد میں کتابیں نہیں لکھی تھیں جس قدر ابن الجوزی نے تصنیف کیں۔ ابن رجب کی ذیل طبقات الحنابلہ اور ابو المظفر کی مرآۃ الزمان میں خود ابن الجوزی کی مرتب کردہ فہرست قریباً تین سو کتب کے

لگ بھگ ہے۔ یہ کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، وعظ، رقائق اور تاریخ وغیرہ مختلف علوم و فنون سے متعلق ہیں۔ ابن النجار کے بقول آپ کی تالیفات کے مطالعہ سے آپ کا حفظ ضبط اور علمی مرتبہ بخوبی آشکار ہوتا ہے۔

۱۲ رمضان المبارک ۵۹۷ھ کو مختصر علالت کے بعد یہ آفتاب علم و فضل روپوش ہو گیا۔ وفات کی خبر اہلِ بغداد پر بجلی بن کر گری۔ جنازہ میں لوگوں کا سخت اژدہام تھا۔ سارا رمضان لوگ رہتے رہے اور آپ کی قبر کے پاس قرآن خوانی کرتے رہے۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

زیرِ نظر کتاب۔ مختصر تعارف

علامہ ابن الجوزی کی شائع شدہ کتابوں میں زیرِ نظر کتاب "تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر" نمایاں اہمیت رکھتی ہے۔ تقریباً ساڑھے سات سو صفحات کی ضخامت پر مشتمل اس مکمل کتاب میں ابن الجوزی نے ابتدائے آفرینش سے لے کر اپنے عہد تک کی ان تمام عظیم القدر اور بلند پایہ ہستیوں کا تذکرہ کیا ہے جو علم و عمل اور جاہ و مرتبہ کے لحاظ سے انسانی زندگی اور تاریخ پر اثر انداز ہوئی ہیں۔ ان عظیم الشان ذوات قدسیہ کی پاکیزہ زندگیوں میں اہلِ عالم کے لئے نصیحت و رہنمائی کے ہزار سامان پنہاں ہیں اور ابن الجوزی نے اس کتاب میں انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ تذکرہ نگاری کا حق ادا کر دیا ہے۔

کتاب کا سب سے اہم جزو وہ ہے جو حضور سرور انس و جان، فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے بیان پر مشتمل ہے اور جس کا اردو ترجمہ اس کتاب "النبی الاطہر صلی اللہ علیہ وسلم" کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ابن الجوزی نے اپنے منفرد انداز میں کمال جامعیت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور سیرت مطہرہ کے تمام واقعاتی حقائق اور سوانحی معلومات انتہائی صحت و استناد کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیش کئے ہیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے براہِ راست اور بالواسطہ ہر گوشے سے متعلق تمام حقائق و معلومات بیان کرنے کا التزام کیا ہے۔ جامعیت

ایسی کہ چھوٹے سے چھوٹا جزئیہ بھی بیان کی گرفت سے باہر نہ رہا۔ اختصار ایسا کہ ہزار تفصیلیں اس پر نثار اور اندازِ بیان ایسا لطیف و شیریں کہ قاری سیرتِ طیبہ کے مہکتے ہوئے گلزار میں محو ہو کر دنیا و مافیہا کو فراموش کر بیٹھے۔ سیرت کے فیوض و انوار سے ذہن و روح منور اور مشامِ جاں معطر ہو جائے۔

"کتاب کا اُردو ترجمہ محترم جناب مفتی محمد علیم الدین نقشبندی نے کیا ہے۔ ترجمہ انتہائی سلیس، شستہ اور رواں ہے۔ بیان کا تسلسل ایسا ہے کہ کتاب ترجمہ کی بجائے مستقل تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ مترجم کو عربی اور اُردو دونوں زبانوں پر عبور حاصل ہے۔ اسی لئے ترجمہ میں اصل بیان کی لطافت بھی منعکس ہو رہی ہے۔ مترجم نے جو حواشی لکھے ہیں وہ اگرچہ بہت بڑی محنت اور قابلِ قدر کاوش ہے لیکن ان میں سے کئی حواشی خالص علمی و فنی ضروریات کے تحت لکھے گئے ہیں اس لئے اگر عوام کی ذہنی و فکری اصلاح قلبی و روحانی تزکیہ اور عملی تربیت و تاثیر کے نقطۂ نظر سے ایسے مواقع پر متبادل حواشی لکھ دیئے جاتے تو کتاب کی تاثیر و افادیت میں بہت اضافہ ہو جاتا۔ بہر آئینہ کتاب کے مترجم، ناشر اور نگران بھی لائقِ صد تحسین و مبارکباد ہیں۔

ربّ العزت سے استدعا ہے کہ اس مبارک کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے اثر انگیز و افادیت بخش بنائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

گدائے درِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
سیّد عبدالرحمٰن بخاری
ریسرچ آفیسر مرکز اعلم لائبریری لاہور

۲۲ دسمبر ۱۹۸۸ء جمعرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولادتِ مُبارکہ

علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل کے ماہ ربیع الاوّل میں پیر کے روز اس دُنیا میں جلوہ فرما ہوئے۔ تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے اور اس میں چار قول ہیں۔

(۱) ۲ ربیع الاوّل (۲) ۸ ربیع الاوّل
(۳) ۱۰ ربیع الاوّل (۴) ۱۲ ربیع الاوّل [۱]

آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پچیس برس کی عمر میں اُس وقت انتقال فرمایا جبکہ ابھی آپ شکمِ مادر میں تھے۔ دوسرے قول کے مطابق آپ کا وصال اس وقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف دو ماہ، تیسرے قول کے مطابق سات ماہ اور چوتھے قول کی رُو سے ۲۸ ماہ (دو سال ۴ ماہ) تھی قولِ اوّل صحیح تر ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک باندی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا، پانچ اُونٹ اور بکریوں کا ایک گلہ ترکہ چھوڑا جن کے وارث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بھی خدمتِ پرورش انجام دی۔

---

[۱] مُسلمانوں میں مشہور و متعارف قول یہی ہے۔ سعودی تسلط سے قبل حرمین شریفین میں اسی تاریخ کو مجالسِ مولود منعقد ہوتی تھیں۔ برصغیر پاک و ہند اور دیگر بلادِ اسلامیہ میں ۱۲ ربیع الاوّل ہی کو میلادِ نبوی کے سلسلہ میں پُرمسرت تقاریب کا انتظام کیا جاتا ہے۔

نسب شریف

حضرت ابو القاسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبد اللہ [1]

---

[1] حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لاڈلے فرزند تھے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے دس فرزند عطا فرمائے گا تو ایک کو راہِ خدا میں ذبح کروں گا۔ جب دس فرزند پیدا ہو چکے تو نذر پوری کرنے کا ارادہ فرمایا اور قرعہ ڈالا جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام نکلا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ننھیال اور ابو طالبؑ اس ارادہ میں مزاحم ہوئے۔ آخرکار ایک کاہنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ اُونٹوں پر قرعہ ڈالا جائے۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بجائے اونٹوں پر قرعہ نکلے اتنے اُونٹ قربانی کئے جائیں۔ قرعہ کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا اور ہر دفعہ دس اونٹوں کا اضافہ کیا گیا۔ جب اونٹوں کی تعداد سَو ہوئی اور آپ کی بجائے اُونٹوں پر قرعہ نکلا۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سَو اُونٹ ذبح فرما کر نذر پوری فرمائی۔ اس سے پہلے انسانی بہا (دیت) دس اُونٹ مقرر تھی۔ اس واقعہ کے بعد سَو اُونٹ مقرر ہوئی۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی للّٰہیت اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کیشی کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسانیت کی تعظیم میں اضافہ ہُوا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نہایت عفیف اور پاکدامن تھے۔ کتب تاریخ و سیرت میں آپ کی عفت و پاکدامنی کے واقعات مذکور ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا نُور آپ کی جبین سے چمکتا تھا۔ آپ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے ہُوا۔ نکاح کے بعد بغرضِ تجارت مُلک شام کو سفر فرمایا۔ واپسی پر مدینہ طیبہ میں بیمار ہو کر دارِ فانی سے کوچ فرمایا اور وہیں مدفون ہُوئے۔ عنفوانِ شباب پچیس ۲۵ برس کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا۔

٭

بن عبدالمطلب[۱] بن ہاشم[۲] بن عبدالمناف[۳] بن قصی[۴] بن کلاب[۵] بن

---

۱ عبدالمطلب:۔ صحیح قول کی رُو سے ان کا نام شیبہ تھا۔ عبدالمطلب اُن کا لقب تھا۔ ایک سو چالیس سال عمر پائی (روض الانف) ع ب د ا ل م ط ل ب = عبدالمطلب

۲ ہاشم:۔ ان کا نام عمرو تھا۔ انہیں ابوالبطحاء اور سید البطحاء بھی کہا جاتا تھا۔ غزہ میں وفات پائی (سیرۃ حلبیہ) ہ ا ش م = ہاشم

۳ عبدمناف کا نام مغیرہ تھا۔ خوبصورتی کے باعث اُنہیں قمر البطحاء کہا جاتا تھا۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے چوتھے اور امام شافعیؒ کے نویں جدِ امجد تھے۔ آپ نے قبیلہ قریش کو تقویٰ اور صلۂ رحمی کی وصیت فرمائی۔ (سیرت حلبیہ) ع ب د م ن ا ف = عبدمناف

۴ قصی:۔ ان کا نام زید تھا قُصَیّ، قصی کی تصغیر ہے جس کے معنی بعید کے ہیں۔ انکی والدہ ماجدہ نے ان کے والد کی وفات کے بعد نکاحِ ثانی کر لیا تھا اس وقت یہ دودھ پیتے بچے تھے۔ ان کو مکہ مکرمہ سے ہمراہ لے کر اپنے خاوند کے پاس شام منتقل ہوگئی تھیں۔ چونکہ یہ بچپنے میں اپنے خاندان سے دُور چلے گئے اس لئے اُنہیں قصی کہا جانے لگا۔ جب ہوش سنبھالا اور بڑے ہوئے تو مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ اُنہیں مُجمِّع بھی کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے قبائلِ قریش کو جمع کر کے مکہ مکرمہ میں آباد کیا تھا۔ ان کے مکانات کعبہ شریف کے چاروں طرف حرم میں تعمیر کرائے۔ دارالندوہ انہوں نے ہی تعمیر کرایا تھا۔ یہ مکہ معظمہ کے مسلّم سردار تھے۔ (سیرت حلبیہ) ق ص ی = قصی

۵ کلاب:۔ اصل نام حکیم تھا۔ کلاب نام سے شہرت کا سبب یہ ہے کہ کتوں سے شکار ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پدری مادری نسب جمع ہو جاتا ہے۔ آپ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے تیسرے جدِ امجد ہیں۔ (سیرت حلبیہ) ک ل ا ب = کلاب

مرہؓ بن کعبؓ بن لوئیؓ بن غالب بن فہرؓ بن مالکؓ بن نضرؓ بن کنانہؓ بن

۱؎ مرہ :۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چھٹے دادا ہیں۔ (سیرت حلبیہ) م ر ر ۃ = مرہ

۲؎ کعب :۔ اپنی علوشان اور ارتفاع مرتبت کے باعث کعب کہلائے۔ کیونکہ کعب ہر بلند اور اونچی چیز کو کہا جاتا ہے۔ بیت اللہ کو بھی اپنی بلند شان کے باعث کعبہ کہا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے درمیان پانچ سو بیس برس کا فاصلہ تھا۔ آپ ہر جمعہ کے دن اپنے خاندان کو اکٹھا کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا تذکرہ فرماتے اور انھیں آپ کی اتباع کی تلقین فرماتے۔ (سیرت حلبیہ) ک ع ب = کعب

۳؎ لوئی :۔ ہمزہ کے ساتھ تصغیر کا صیغہ۔ لُ ؤَ ی = لوئی

۴؎ نام فہر اور لقب قریش تھا۔ ان کی اولاد قریشی کہلائی۔ ف ہ ر = فہر

۵؎ مالک :۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ آپ عرب کے مالک تھے۔ م ا ل ک = مالک

۶؎ نضر :۔ ان کا اسم گرامی قیس تھا اور نضر ان کا لقب تھا۔ نضر کا معنی ہے خوبصورت تر و تازہ۔ اپنے حسن و جمال اور تازگی کے باعث اس نام سے شہرت پائی۔ (سیرت حلبیہ) ن ض ر = نضر

۷؎ کنانہ :۔ آپ صاحب حسن و جلالت بزرگ تھے۔ علم و فضل کے باعث لوگ ان کی زیارت کو آتے۔ آپ فرمایا کرتے :۔

"مکہ معظمہ میں ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب ہے جن کا اسم گرامی احمد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت، نیکی، احسان اور اخلاق حسنہ کی دعوت دیں گے ان کی اتباع کرو اس سے تمہاری عزت و شہرت بڑھے گی۔ ان کی تکذیب نہ کرنا کیونکہ وہ حق کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔"

انتہائی مہمان نواز تھے اکیلے کھانا تناول کرنا پسند نہ فرماتے جب کوئی ساتھ کھانے والا نہ ہوتا تو ایک لقمہ خود تناول فرماتے اور دوسرا لقمہ پتھر پر رکھ دیتے۔ (سیرت حلبیہ) ک ن ا ن ہ = کنانہ

بن خزیمہ[1] بن مدرکہ[2] بن الیاس[3] بن مُضر[4] بن نزار[5] بن معد[6] بن عدنان[7] رضی اللہ عنہم اجمعین

---

[1] خزیمہ :۔ بصیغہ تصغیر۔ خ ز ی م ہ = خزیمہ

[2] مدرکہ :۔ آپ کا اسم گرامی عمرو تھا چونکہ آپ نے اپنے آباء و اجداد کے تمام عز و فخر کو حاصل کر لیا تھا اس لئے مدرکہ نام سے مشہور ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آپ سے ظاہر ہوتا تھا (سیرتِ حلبیہ) م ُد رِ ک ہ = مدرکہ

[3] الیاس :۔ عرب میں آپ نہایت معزز تھے۔ کبیر قوم اور سید عشیرہ کہلاتے تھے (سیرتِ حلبیہ) سب سے پہلے بیت اللہ شریف کے لئے ہدی کا جانور آپ نے وقف فرمایا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے :۔

لَا تَسُبُّوْا اِلْیَاسَ فَاِنَّہٗ کَانَ مُؤْمِنًا "الیاس کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ مومن تھے"

آپ اپنی صلب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ سُنا کرتے تھے۔

(سیرتِ حلبیہ، فتح الباری)

ا ل ی ا س = الیاس

[4] مضر :۔ اپنے گورے رنگ کے باعث مضر کہلائے۔ آپ کو مضر الاحمر بھی کہا جاتا تھا۔

حدیث شریف میں ہے :۔

لَا تَسُبُّوْا مُضَرَ وَلَا رَبِیْعَۃَ فَاِنَّہُمَا کَانَا مُؤْمِنَیْنِ ۔

"مضر اور ربیعہ کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ دونوں صاحبِ ایمان تھے" (روض الانف)

م ُ ض ر = مُضر

[5] نزار :۔ تھوڑی سی شئی کو نزار کہتے ہیں۔ اس نام سے موسوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ولادت کے وقت اُن کے والد نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نورِ نبوتِ محمدیؐ ملاحظہ فرمایا۔ اس پر وہ بڑے خوش ہوئے اور اونٹ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

حضرت عدنان[1] رضی اللہ عنہ بلاشبہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہم السلام کی اولاد سے تھے۔ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان اسماء میں علماء نسب کا اختلاف ہے۔ بہت سے اسماء میں غلطی یا اختلاف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ سے آگے) ذبح فرما کر لوگوں کو کھانا کھلایا اور کہا:

اِنَّ هٰذَا كُلَّهٗ نَزْرٌ فِیْ حَقِّ هٰذَا الْمَوْلُوْدِ۔ "اس نومولود کے حق میں یہ بہت تھوڑا ہے۔"

اس پر ان کا نام نزار پڑ گیا۔ (فتح الباری) آپ نے سب سے پہلے عربی زبان میں صحیفہ تحریر فرمایا۔ (سیرت حلبیہ) ن ز ا ر = نزار

[5] معد:- بنی اسرائیل کے خلاف آپ نے بہت لڑائیاں لڑیں۔ جس جنگ میں جاتے فتح مند واپس آتے۔ جب عربوں پر بخت نصر مسلط ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو حکم دیا کہ معد بن عدنان کو اپنے براق پر ساتھ سوار کر لو تاکہ بخت نصر کے باعث انہیں کوئی گزند نہ پہنچے۔ کیونکہ میں ان کی اولاد سے ایک کریم نبی پیدا کرنے والا ہوں جو کہ خاتم النبیین ہوں گے۔ حضرت ا[illegible] علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تعمیل فرمائی اور انہیں شام لے گئے۔ وہاں آپ پلے بڑھے۔ بخت نصر کے مرنے کے ساتھ جب فتنہ فرو ہوا تو آپ واپس تشریف لے آئے۔ (سیرت حلبیہ) م ع د = معد

[6] عدنان:- عَدَنَ بالمکان سے فعلان کے وزن پر اسم ہے۔ عدن بالمکان کے معنے "مکان میں اقامت پذیر ہونا" ہے۔ کان کو بھی اسی لئے معدن کہا جاتا ہے کہ اس میں جواہرات کے حاصل کرنے کے لئے ٹھہرنا پڑتا ہے۔ (فتح الباری) ع دَ ن ا ن = عدنان

[1] نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عدنان رضی اللہ عنہ تک نسب پر تمام علماء نسب کا اتفاق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱ پر)

مروی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے معتبر روایت وہ ہے جسے ہشام بن کلبی نے ابو محمد بن بکر قندی حافظ کی تحریر سے نقل کیا۔ اُن کا کہنا ہے کہ میں نے علی بن عبید کوفی کی تحریر سے نقل کیا ہے جو ثعلب محمد بن عبد اللہ کے مصاحب تھے، انہوں نے عدنان کے بعد اسماء کو اس طرح ذکر کیا۔

عدنان بن ادد بن زید بن یقدد بن المقوم بن الیسع بن نبت بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم بن تارح بن ناحور بن شاروح بن ارعو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن ختوخ بن برد بن مہلائیل بن قینن بن انوس بن شیث بن آدم علیہ السلام۔"

آپ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ رضی اللہ عنہم کی دختر نیک اختر ہیں۔

○

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۔۔ سے آگے) سے مروی ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نسب بیان فرماتے تو معد بن عدنان سے آگے بیان نہ فرماتے تھے۔ دو یا تین بار یہ ارشاد فرماتے :-

كَذَبَ النَّسَّابُوْنَ "نسب بیان کرنے والوں نے اس سے آگے جھوٹ کہا ہے۔" (سیرت حلبیہ)

اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابوالحسین بن فارس لغوی نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل تئیس ۲۳ اسماء[1] مبارکہ ہیں :-

---

[1] علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے یہاں اور سیرتِ نبوی پر اپنی مستقل تالیف "الوفا باحوال المصطفیٰ" میں ابن فارس کے حوالہ سے ۲۳۔ اسماء مبارکہ نقل فرمائے ہیں۔

عارف باللہ حضرت شیخ محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "دلائل الخیرات" میں دو سو ایک ۲۰۱ اسماء مبارکہ درج فرمائے ہیں۔

ابن دحیہ نے اپنی کتاب "المستوفی" میں لکھا ہے :

"کتب متقدمہ، قرآن اور حدیث سے اگر آپ کے اسماء تلاش کئے جائیں تو تین سو پورے ہو جاتے ہیں" (مواہب مع زرقانی ص ۱۱۳ ج ۳)

امام سخاوی نے القول البدیع میں چار سو تیس کے قریب درج فرما کر لکھا :

لَا وَقَفْتُ عَلٰی مَنْ سَبَقَنِیْ لِجَمْعِهَا وَ تَرْتِیْبِهَا ۔ (قول بدیع ص ۴۲)	میری معلومات کے مطابق اتنی تعداد میں اسماء گرامی نہ کسی نے جمع کئے اور نہ ہی ترتیب دیئے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ میں علامہ سخاوی، قاضی عیاض، ابن عربی اور ابن سید الناس وغیرہم کے حوالے سے چار سو سے زائد اسماء مبارکہ درج فرمائے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے ص ۴۳ پر)

محمدؐ۔ احمدؐ۔ ماحیؐ۔ حاشرؐ۔ عاقبؐ۔ مقفیؐ۔ نبی الرحمتہ۔ نبی التوبہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲ سے آگے)۔ علامہ ابوبکر بن عربی نے احکام القرآن اور شرح ترمذی میں لکھا ہے :-

"بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھی ایک ہزار اسماء ہیں"

(زرقانی علی المواہب صفحہ ۱۱۳/۳۔ مطالع المسرات صفحہ ۹۳)

علامہ زرقانی نے شامی کا یہ قول نقل فرمایا

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہزار اسماء گرامی میں سے پانچ سو پر میں مطلع ہوا۔ اگرچہ ان میں سے بہت سے اسماء میں بحث ہے"

ابن فارس سے منقول ہے۔

"آپ کے دو ہزار بیس اسماء گرامی ہیں" مطالع المسرات صفحہ ۹۳

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اسماء لامحدود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لاتعداد درجات اور بے حساب صفات عطا فرمائے ہیں۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ارشاد ربانی ہے۔ ہر درجہ اور صفت کے لئے الگ اسم درکار ہے۔ علامہ بوصیری علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے :-

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَيْسَ لَهٗ حَدٌّ فَيُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

قاضی عیاضؒ نے الشفاء کی ایک مستقل فصل میں تقریباً تیس ایسے اسماء ذکر فرمائے ہیں جو اسماء الٰہیہ اور اسماء نبویہ میں مشترک ہیں۔ علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

"ان اسماء نبویہ میں ۵۶ اسماء حسنیٰ ہیں" زرقانی صفحہ ۱۵۱/۳

یعنی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسماء الٰہیہ میں سے ۵۶ اسماء میں اشتراک لفظی ہے۔ علامہ قسطلانیؒ نے ستر کے قریب ۷۵ اسماء درج کئے ہیں جو اسماء الٰہیہ اور اسماء نبویہ میں مشترک ہیں۔ (مواہب لدنیہ)

واضح رہے کہ یہ اشتراک صرف لفظی ہے معنوی نہیں۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۴۴ پر)

نبی الملاحم[۵] - شاہد[۶] - مبشر[۷] - نذیر[۸] - ضحوک[۱۲] - قتال[۱۳] - متوکل[۱۴] - فاتح[۱۵] - امین[۱۶] - خاتم[۱۷] - مصطفی[۱۸] - رسول - نبی[۱۹] - امی[۲۰] - قثم[۲۱] -

(بقیہ حاشیہ ص ۴۳) ماحی کا معنے کفر کو محو کرنے والا۔

حاشر کا معنے وہ جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا یعنی روزِ قیامت آپ قائد اور لوگ آپ کے پیچھے ہوں گے۔

عاقب بمعنے آخر الانبیاء

مقفی کا معنے عاقب ہے۔ کیونکہ آپ سب نبیوں کے بعد مبعوث ہوئے۔ ہر چیز جو دوسری کے پیچھے ہو، کی حالت کو "قَفَّاہُ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ملاحم[۵]۔ گھمسان کی جنگ کے مواقع

ضحوک۔ آپ کی یہ صفت تورات میں ہے۔ ابن فارس کا کہنا ہے کہ آپ کے بہترین مزاح فرمانے کے باعث آپ کو ضحوک کہا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ اِنِّی لَاَمْزَحُ (بلاشبہ میں مزاح کرتا ہوں)۔

قثم دو معنوں کے اعتبار سے آپ کو کہا جاتا ہے۔ ایک معنی اس کا "اعطاء" یعنی عطا کرنا ہے۔ عربی کے محاورہ قَثَمَ لَہٗ مِنَ الْعَطَآءِ یَقْثُمُ کا معنے ہے اس نے اسے عطا کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلق ہُوا سے زیادہ جواد تھے اور دوسرا معنے "جمع" ہے۔ جو آدمی بھلائی کا زیادہ جامع ہو اس کو قثوم اور قثم کہا جاتا ہے۔

○

---

[۵] ملاحم جمع ملحمۃ بمعنے شدید جنگ کا موقع۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

دادیاں

آپؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت عاتکہ بنت ابی وہب بن عمر بن عائذ رضی اللہ عنہم ہے۔ جو بنی مخزوم قبیلہ سے تھیں۔

ابن قتیبہ نے المعارف میں لکھا ہے۔

"حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کا نام فاطمہ بنت[1] عمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت صخرہ بنت عبد بن عمران رضی اللہ عنہم ہے۔ اور حضرت صخرہ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت تخمر بنت عبد بن قصی رضی اللہ عنہم ہے۔"

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امہات میں عاتکہ نامی کئی بیبیاں ہیں اس لئے آپ کا ارشادِ مبارک ہے۔

اَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ[2] "میں کئی عاتکہ[3] نامی عورتوں کا بیٹا ہوں"۔

---

[1] المعارف مطبوعہ کراچی میں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ ہے۔

[2] رواہ سعید بن منصور والطبرانی فی الکبیر عن سبابہ بن عاصم۔ والحدیث صحیح (جامع صغیر صـ۱۸۴ جـ۱)

[3] عاتکہ کلام عرب میں ایسی بی بی کو کہتے ہیں جو پاک و طاہر ہو۔ از روئے لغت عاتک و عاتکہ شریف و کریم و خالص اللون و صافی مزاج کو کہتے ہیں خصوصاً وہ بیبیاں جو اس قدر خوشبو میں بسی ہوں کہ اس کی کثرت سے جسم سرخ (بقیہ حاشیہ اگلے صـ۴۶ پر)

آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عامر تھا۔ ابن قتیبہ کی کتاب المعارف میں اسی طرح درج ہے۔ ابوحاتم کے قول کے مطابق آپ کا نام شیبہ تھا۔ کیونکہ آپ کے سر میں سفید بال تھے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی پانچ بیویاں تھیں جن کے نام یہ ہیں :-

نتیلہؓ ۔ ہالہؓ ۔ فاطمہؓ ۔ سمراءؓ ۔ لبنیٰؓ

ان میں ہر ایک سے اُن کی اولاد ہوئی۔ فاطمہ سے آٹھ اولادیں، ہالہ سے چار، نتیلہ سے دو، سمراء سے ایک اور لُبنیٰ سے ایک۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نتیلہ[1] بنت جناب۔ جن کی نسبت ان کے پردادا کی طرف ہے دو فرزند عباس اور ضرار۔

۲۔ ہالہ بنت اہیب سے حمزہ، مقوم، حجل اور صفیہ

۳۔ فاطمہ بنت عمر بن عائذ سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، ابوطالب، زبیر، ام حکیم البیضاء، عاتکہ، امیمہ، اروی اور برّہ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵ سے آگے) ہو رہا ہو۔۔۔ الخ عرب میں ان خواتین کی شرافت ضرب المثل تھی۔
(ترجمہ طبقات ابن سعد صفحہ ۹۱ ج ۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف میں عاتکہ نامی بیبیوں کی تعداد تیرہ ہے۔

(طبقات ابن سعد)

[1] نُتَیلہ :- تصغیر کے صیغہ کے ساتھ۔ ان کا نسب یوں ہے:-

" نتیلہ بنت کلیب بن مالک بن جناب "

جناب آپ کے پردادا ہیں مصنف علیہ الرحمۃ نے دو (باپ اور دادا) کے اسماء حذف کر کے پردادا کی طرف اُن کی نسبت فرما دی ہے۔

۴۔ سمرا بنت جندب بن صخر سے حارث۔

۵۔ لبنیٰ بنت ہاجر (جو عبد مناف کی اولاد سے تھیں) سے ابولہب

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی ماں سلمیٰ بنت عمرو قبیلہ بنی نجار سے ہیں اور بنی نجار بنی خزرج سے ہے۔ اس اعتبار سے آپ خزرجیہ ہوئیں۔ اس قبیلہ کا اصل وطن ملک یمن کے علاقہ سبا میں تھا۔

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی والدہ عمیرہ بنت صخر بن مازن ہے اور آپ کی نانی بھی اسی قبیلہ سے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد سے ہاشم بن عبد مناف رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کا نام عمرو تھا۔ ان کی ماں عاتکہ بنت مرۃ بن ہلال بن فالج بن ذکوان ہیں جو بنی سلیم کی نسبت سے سُلیمیہ ہیں۔

حضرت عبد مناف رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی مغیرہ بن قصی اور لقب قمر البطحاء ہے۔ اُن کی ماں حی بنت حلیل خزاعیہ ہیں۔ خانہ کعبہ کی چابی انہی حلیل خزاعی کے پاس تھی۔ ان سے حضرت قصی بن کلاب رضی اللہ عنہما نے لے لی۔

حضرت قصی بن کلاب رضی اللہ عنہما کا نام زید تھا اور مجمع کے نام سے پکارے جاتے تھے کیونکہ وہ قریش کے تمام قبائل کو جمع کر کے مکہ میں لائے۔ قصی بصیغہ تصغیر بعید کے معنوں میں ہے۔ اس نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا قضاعہ کے علاقہ میں لے گئیں تو آپ اپنے خاندان سے دُور ہو گئے۔ حضرت قصی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت سعد ہے۔ ان کا قبیلہ ازد السراہ ہے اس لئے آپ کو ازدیہ کہا جاتا ہے۔ حضرت کلاب رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام دھنہ ہے۔ تاریخ ابی حاتم اور ابن قتیبہ میں ان کا نام نُعم بنت سریر کنانیہ مذکور ہے۔

حضرت مرۃ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام وحشیہ بنت شیبان فہریہ ہے۔ جیسا کہ المعارف میں ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی ماں سلمیٰ بنت محارب ہیں جیسا کہ المعارف میں ہے۔

حضرت لوئی رضی اللہ عنہ کی والدہ سلمیٰ بنت عمر بن عامر کنانیہ ہے۔ لیکن ابی حاتم اور ابن قتیبہ کے نزدیک ان کا نام وحشیہ بنت مدلج ہے۔

حضرت غالب رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام عاتکہ ہذلیہ ہے۔ ابی حاتم اور ابن قتیبہ نے ان کا نام سلمیٰ بنت سعد لکھا ہے۔

حضرت فہر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا اسم گرامی جندلہ بنت حارس جرہمی ہے۔

حضرت مالک رضی اللہ عنہ کی ماں عکرشہ قیسیہ سے ہے۔ ابی حاتم اور ابن قتیبہ کے نزدیک ان کا نام ہند بنت اعوان بن عمرو ہے اور یہ قیس علان کی اولاد سے تھیں۔

حضرت نضر رضی اللہ عنہ کی والدہ برہ مریہ ہیں اور ابی حاتم کے قول کے مطابق ان کا نام فکیہہ ہے۔ یہ آپ کے والد حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ باپ کے بعد آپ کے عقد میں آئیں [1]

---

[1] سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ ابن قتیبہ نے المعارف میں اس قبیح فعل کی نسبت نضر کی بجائے کنانہ کی جانب ہے اور لکھا ہے کہ کنانہ نے اپنے والد ماجد خزیمہ کی بیوی برہ کو ان کی وفات کے بعد اپنی زوجہ بنالیا۔ استغفر اللہ۔ علماء تاریخ ونسب کو یہ غلط فہمی کنانہ اور خزیمہ کی ازواج کے ہم نام ہونے کے باعث ہوئی۔ مشارکت اسمی کے باعث انہوں نے دو شخصیتوں کو ایک سمجھ لیا اور اس غلطی کا شکار ہو گئے حالانکہ خزیمہ کی بیوی برہ بنت ادبن طابخہ ہے اور کنانہ کی بیوی برہ بنت مر بن ادبن طابخہ ہے، جو

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۴۹ پر)

حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ کی والدہ عوانہ ہیں۔ دوسرے قول کی رُو سے اُن کا نام ہند ہے۔

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی ماں سلمٰی بنت سعد بن قیس ہے۔

حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کی والدہ خندف ہیں ان کا نام لیلٰی ہے۔

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کی ماں ربابہ ہیں۔

حضرت مضر رضی اللہ عنہ کی والدہ سودہ ہیں۔

حضرت نزار رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام معانہ ہے۔

حضرت معد رضی اللہ عنہ کی والدہ مہرہ ہیں۔ طبری میں ان کا نام مہدد مذکور ہے۔

اور حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کی والدہ بلہا ہیں رضی اللہ عنہن اجمعین۔

بیہقی کی کتاب الدلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

خَرَجْتُ مِنْ نِکَاحٍ وَلَمْ اُخْرَجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ حَتّٰی اِنْتَهَيْتُ اِلٰی اَبِیْ وَاُمِّیْ فَاَنَا خَيْرُکُمْ نَسَبًا وَّ خَيْرُکُمْ اٰبًا۔

"حضرت آدم علیہ السلام سے میرے ماں باپ تک میں نکاح سے پیدا ہُوا نہ کہ زنا سے تو میں تم سے نسب اور آباء کے لحاظ سے بہتر ہوں۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ سے آگے) برہ اولی کی بھانجی ہیں۔ اس غلطی پر سب سے پہلے امام جاحظ نے اپنی تصنیف کتاب الاصنام میں تنبیہ فرمائی۔ جزاہ اللہ خیرا

(حاشیہ المعارف صفحہ مطبوعہ نو محمد کراچی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

نانیال

مرۃ۔ ام حبیب۔ برۃ۔ قلابہ۔ ہند

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ مرۃ[1] بنت عبدالعزیٰ[2]، حضرت مرۃ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام حبیب بنت اسد[3]، حضرت ام حبیب رضی اللہ عنہا کی والدہ برہ بنت عوف[4]، حضرت برہ رضی اللہ عنہا کی والدہ قلابہ[5] اور حضرت قلابہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہند بنت یربوع[6] ہے۔

ابن ہشام اور ابن قتیبہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کا نام برہ ہے نہ کہ مرۃ۔

---

[1] سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کا نام ابن ہشام اور قتیبہ نے برہ تحریر کیا ہے۔ (ابن ہشام۔ المعارف)

[2] عبدالعزیٰ بن عبدالدار بن قصی بن کلاب۔ (ابن ہشام۔ المعارف)

[3] اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب۔ (ابن ہشام۔ المعارف)

[4] عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب (ابن ہشام المعارف) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھال میں والدہ ماجدہ اور ازاں بعد کی تین امہات برہ۔ ام حبیب اور برہ خاندان قریش سے تھیں۔ (روض انف ص۸۴)

[5] قلابہ بنت حارث بن لحیان بن ہذیل (المعارف) علامہ سہیلی نے ان کا نسب یوں لکھا ہے قلابہ بنت حرث بن مالک بن طابخہ (روض انف)

[6] قبیلہ بنی ثقیف سے تھیں (المعارف) علامہ سہیلی نے حضرت قلابہ رضی اللہ عنہا کا نام امیمہ بنت مالک بن غنم بن لحیان تحریر فرمایا ہے (روض انف) واللہ اعلم بالصواب۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نانا حضرت وہب رضی اللہ عنہ کی ماں عاتکہ بنت الاوقص بن مرہ بن ھلال ہے۔ حضرت وہب رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبد مناف رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام زہرہ ہے جن کی اولاد ان کی طرف منسوب ہے نہ کہ باپ کی طرف۔ کیونکہ ان کے والد کا نام معلوم نہیں۔ یاداشتوں میں باپ کی جگہ ان کا ذکر ہے۔

حضرت قصی بن کلاب رضی اللہ عنہ کا بھائی زہرہ بن کلاب ہے۔ ان دونوں کی ماں فاطمہ بنت سعد ہے جو ازدالسراہ کے خاندان سے ہیں۔

رضاعی مائیں

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے قبل آپ کو ابولہب کی لونڈی حضرت ثویبہ[1] رضی اللہ عنہا نے چند روز دُودھ پلایا۔ آپ سے پہلے انہوں نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا اور آپ کے بعد ابوسلمہ بن عبدالاسد کو دودھ پلایا۔

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ دو سال چند ماہ دودھ پلانے کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیا۔

ابن قتیبہ کے مطابق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بنی سعد میں پانچ برس رہے۔ چھ برس کی عمر تک اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے وہ آپ کو ہمراہ لے کر اپنے ننھیال بنی عدی بن نجار سے ملنے مدینہ آئیں۔ اس سفر میں حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ چند ماہ قیام کے بعد آپ کو لے کر مکہ مکرمہ واپس ہوئیں۔ ابواء کے مقام پر فوت ہوئیں۔ ان کا مزارِ پُرانوار وہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آپ کی والدہ کا انتقال ہُوا۔ آپ کی عمر چار برس تھی۔

---

[1] ثویبہ: ثُ وَیْ بَ ہ۔ ثویبہ کے اسلام میں اختلاف ہے۔ بعض محدثین انہیں صحابیات میں شمار کرتے ہیں۔ سیر کی کتابوں میں ہے کہ حضورؐ نے بحکم رضاعت ان کا اعزاز واکرام فرمایا اور مدینہ مطہرہ سے اُن کے لئے کپڑے اور انعام بھجوائے۔ ان کی وفات غزوۂ خیبر ۷ھ میں ہوئی۔ (ترجمہ مدارج النبوت)

والدہ ماجدہ کے وصال کے بعد آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنی کفالت میں لیا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے ابو طالب کو آپ کے بارے میں وصیت فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر اس وقت آٹھ سال دو ماہ اور دس دن تھی۔

جب آپ بارہ برس دو ماہ دس دن کے ہوئے تو آپ کے چچا ابو طالب تجارت کی غرض سے آپ کو ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ شہر تیما میں اترے۔ ایک یہودی عالم نے جس کا نام بحیرا راہب بتایا جاتا ہے، آپ کو دیکھ کر ابو طالب سے پوچھا آپ کے ہمراہ یہ لڑکا کون ہے؟ انھوں نے بتایا میرا بھتیجا ہے۔ راہب نے پوچھا تمہیں اس سے ہمدردی ہے؟

ابو طالب نے کہا ہاں۔ راہب کہنے لگا اگر آپ اسے شام لے گئے تو وہاں کے یہودی اسے ضرور قتل کر دیں گے۔ اس پر ابو طالب آپ کو مکہ واپس لے آئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

پچیس برس کی عمر میں آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت کی غرض سے لے کر گئے۔ اس کے دو ماہ بعد ان سے آپ کا نکاح ہوا۔ بتایا گیا ہے کہ ابو طالب نکاح میں موجود تھے۔ ان کے ہمراہ بنی ہاشم اور مضر قبیلہ کے سردار بھی موجود تھے۔ ابو طالب نے یہ خطبہ پڑھا :-

ترجمہ :- سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل، معد کی اصل اور مضر کی جڑ سے پیدا فرمایا۔ ہم کو اپنے نبی کی پرورش کرنے والا اور اپنے حرم کا محافظ بنایا۔ ہمارے

لئے اس نے گھر بنایا جس کا حج کیا جاتا ہے، امن والا حرم بنایا، اور ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا۔ حمد الٰہی کے بعد! میرا یہ بھتیجا محمد بن عبداللہ ایسی شان والا ہے کہ ہر آدمی سے برتر ہے اگرچہ مال اس کے پاس کم ہے۔ کیونکہ مال ڈھلتی چھاؤں ہے اور یہی ایک امر حائل ہے اور محمد نے جس کے خویش و اقارب کو تم جانتے ہو، خدیجہ بنت خویلد سے خواستگاری فرمائی ہے اس کو مال سے مہر دیا ہے جو کچھ نقد ہے اور کچھ آجل۔ قسم بخدا آپ مستقبل میں بڑی شان والے اور جلیل القدر ہوں گے۔"

خطبہ کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔

فصل

پینتیس برس کی عمر میں آپ تعمیرِ کعبہ میں شریک ہوئے۔ قریش اس تعمیر میں آپ کو فیصل بنانے پر رضامند ہو گئے۔

چالیس سال ایک دن کی عمر میں روز پیر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ آپ کی بعثت کے بیس روز بعد تک قریش ستارے ٹوٹتے دیکھتے رہے۔ بعثت کے بعد تین سال تک آپ نے اپنے معاملہ کو پوشیدہ رکھا۔ ازاں بعد آپ کو اظہار کا حکم دیا گیا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کا اظہار فرمائیے)

جب آپ کی عمر انچاس برس آٹھ ماہ اور گیارہ دن ہوئی تو آپ کے چچا ابو طالب نے انتقال فرمایا اور ابو طالب کے انتقال کے بعد تین اور ایک قول کے مطابق پانچ روز رمضان المبارک میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چل بسیں۔

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تین ماہ بعد آپ حضرت زید بن

حارثہ کے ہمراہ طائف تشریف لے گئے وہاں ایک ماہ قیام کے بعد مکہ معظمہ واپس تشریف لائے اور مطعم بن عدی کے عہد امان میں ٹھہرے۔

پچاس سال تین ماہ کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج سے سرفراز فرمایا گیا۔

ترپن برس کی عمر میں آپؐ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ آپؐ نے اس سے پہلے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کا حکم دے رکھا تھا جس کی بنا پر انہوں نے گروہ در گروہ ہجرت کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ہجرت فرمائی۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑا تاکہ لوگوں کی امانتوں کو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں حفاظت سے واپس کر دیں۔ بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی۔

چچا

ابن سائب نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا گیارہ[11] تھے۔ جن کے نام اس طرح ہیں :۔ (۱) حارثؓ[1] ۔ (۲) زبیرؓ[2] (۳) ابوطالبؓ[3] ۔

---

[1] حارث :۔ یہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ چاہ زمزم از سر نو کھودنے میں اپنے والد کے ترغیب کار تھے۔ ان کی اولاد مفصلہ ذیل تھی۔

- ابوسفیان ۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پینے کے باعث سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ آپ سے بہت محبت کرتے تھے لیکن اعلان نبوت پر یہ دوستی عداوت میں تبدیل ہو گئی۔ توفیق الٰہیہ فتح مکہ کے سال ایمان لائے۔ سنہ ۲۰ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔
- نوفل ۔ غزوۂ بدر میں لشکر کفار میں تھے اور قیدی بنے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فدیہ سے رہائی پائی نعمت اسلام سے سرفراز ہوئے کثیر الاولاد تھے۔
- عبدشمس ۔ ان کا نام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا۔ عہد نبویؐ میں بمقام صفراء وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی اولاد شام میں تھی۔
- ربیعہ ۔ صحابی رسولؐ تھے۔ ذکور و اناث اولاد تھی۔ (المعارف ملخصاً)

[2] زبیر :۔ شاعر تھے۔ ابوطاہر کنیت تھی۔ ان کے ایک لڑکے عبداللہ تھے جن سے نرینہ اولاد نہ چلی۔ ضباعہ اور ام الحکم صاحبزادیاں تھیں ۔ (المعارف ملخصاً)

[3] ابوطالب :۔ حضرت علیؓ، جعفرؓ، عقیلؓ اور طالب لڑکے اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حمزہ ۔ ابولہب ۔ غیداق ۔ مقوم ۔ صفار ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶ سے آگے) ام ہانی فاختہ اور جمانہ صاحب زادیاں تھیں زوجہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا مشرف باسلام تھیں۔ ابو طالب کے ایمان میں اختلاف ہے ان کی وفات ہجرت سے قبل ۳ سال ۴ ماہ ہوئی۔

لہ حمزہؓ :۔ ابوعمارہ کنیت تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر تھے۔ غزوہ بدر میں شیبہ، طعیمہ اور سباع کو جہنم رسید کیا۔ غزوہ احد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ ان کا ایک لڑکا عمارہ نامی تھا جس سے آگے اولاد کا سلسلہ نہ چلا۔ (المعارف ملخصاً)

ٹہ ابولہب :۔ نام عبدالعزیٰ کنیت ابوعتبہ تھی۔ جمال کے باعث ابولہب کے نام سے مشہور تھا۔ آنکھ سے بھینگا تھا۔ پھوڑے کے باعث مکہ میں فوت ہوا۔ اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب بن امیہ تھی جسے قرآن مجید میں حمالۃ الحطب کہا گیا ہے۔ عتبہ عتیبہ، معتب اولاد ذکور کے علاوہ لڑکیاں بھی تھیں۔ عتبہ اور معتب نے اسلام قبول کیا۔ معتب حنین میں لشکر اسلام میں شامل تھے۔ (المعارف ملخصاً)

ٹہ غیداق :۔ کثرت خیر اور وسعت مال کے باعث غیداق کے لقب سے ملقب تھے۔ اصل نام حجل تھا (ابن ہشام)، غدق المطر (خوب بارش برسنا) اغدق العیش (معیشت کا فراخ ہونا)۔ (المنجد)

ٹہ مقوم :۔ ظہور اسلام سے پہلے فوت ہو گئے۔ ایک لڑکی ہند نامی کے سوا کوئی اولاد نہ تھی۔ (المعارف)

ٹہ صفار :۔ ابن ہشام صفحہ ۸۰ و المعارف صفحہ ۵۵ میں صفار بن عبدالمطلب کی بجائے ضرار بن عبدالمطلب تحریر ہے۔ المعارف میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عباسؓ ۔ قثم ۔ حجل[۵۲] ۔

ابوسائب کے علاوہ دوسرے راوی نے ان کی تعداد دسؔ بیان کی ہے۔ قُثم کو شمار نہیں کیا اور کہا غیداق کا نام حجل تھا۔

زبیر بن عبدالمطلب کے لڑکے کو بھی حجل کہا جاتا تھا جس کا نام مغیرہ تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷ سے آگے) ہے ظہورِ اسلام سے قبل فوت ہوئے کوئی اولاد نہ تھی شعر کہا کرتے تھے۔

[۵۱] عباسؓ :۔ ابوالفضل کنیت تھی۔ عام فیل سے تین سال قبل پیدا ہوئے۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے۔ ام الفضل لبابہ بنت حارث ہلالیہ سے اُن کے ہاں عبداللہ۔ فضل، عبیداللہ، قُثم، معبد، عبدالرحمٰن، اور ام حبیب پیدا ہوئے۔ لونڈیوں سے تمام، کثیر، حارث، آمنہ اور صفیہ اولادیں ہیں (المعارف) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سینکڑوں برس خلافت رہی۔

[۵۲] ان کے نام میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق جحل (پہلے جیم پھر حا) ہے اور دار قطنی کے قول کے مطابق حجل (پہلے حا پھر جیم) ہے۔ (روض الانف)

پھوپھیاں

آپ کی چھ پھوپھیاں تھیں
ام حکیم، ان کا نام بیضا تھا[1] ۔ برہ[2] ۔ عاتکہ[3] ۔ صفیہ[4] ۔ اُروی[5] ۔ امیمہ[6]
ان میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اسلام میں اتفاق ہے۔ عاتکہ اور اروی کے بارے میں محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ یہ دونوں مکہ معظمہ میں ایمان لائیں اور مدینہ منورہ ہجرت بھی کی۔ دوسرے راوی کا کہنا ہے کہ ان میں سوائے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے کوئی ایمان نہ لائی ۔

---

[1] کُریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس کے نکاح میں تھیں ۔ (المعارف)
[2] برہ پہلے عبد الاسد بن ہلال مخزومی کے نکاح میں آئیں جس سے ان کے ہاں ابوسلمہ بن عبد الاسد پیدا ہوئے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ عبد الاسد کے بعد ابورُہم بن عبد العزی جو عامر بن لوی کے خاندان سے تھا، کے نکاح میں آئیں۔ ان سے ابوسبرہ متولد ہوئے۔ (المعارف)
[3] عاتکہ۔ ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی کے عقد میں تھیں ۔ (المعارف) ۔
[4] صفیہ۔ پہلے حارث بن حرب بن امیہ کے نکاح میں تھیں پھر عوام بن خویلد کی تزویج میں آئیں جن سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے ۔ (المعارف)
[5] اروی:۔ اَروی، عمیر بن عبد بن قصی بن کلاب کے نکاح میں تھیں ۔ (المعارف)
[6] جحش بن رئاب اسدی کے عقد میں تھیں ۔ (المعارف)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

اُم المومنین حضرت خدیجہؓ بنت خویلد

اُم المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے ورقہ بن نوفل سے نکاح کے لئے کہا لیکن ان کے درمیان رشتۂ ازدواج نہ ہوسکا۔ پھر ابو ہالہ نے آپ سے نکاح کیا جس کا نام ہند تھا۔ ایک قول میں اس کا نام مالک بن نباش مذکور ہے۔ اس خاوند سے آپ کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام ہند اور ہالہ ہیں۔ اس کے بعد عتیق بن عائذ مخزومی نے نکاح کیا جس سے ہند نامی لڑکی پیدا ہوئی بعض علماء نے ذکر فرمایا کہ عتیق سے نکاح ابو ہالہ سے پہلے ہوا۔ پھر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ سے نکاح فرمایا۔ اس وقت اُن کی عمر چالیس سال تھی۔ فرضیت نماز سے قبل ۱۰ھ نبوی کو آپ نے انتقال فرمایا۔ دوسرے قول کے مطابق ۱۰ھ نبوی کو آپ کا انتقال ہُوا۔ یہی صحیح تر روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی زندگی میں کسی اور عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ بوقتِ وصال ان کی عمر پینسٹھ سال تھی۔ عورتوں میں سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد بجز حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ان کے بطن سے ہُوئی۔

حکیم بن حزام راوی ہیں کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہُوا تو ہم ان کی میّت آپ کے گھر سے لے کر نکلے۔ حجون میں ہم نے اُنہیں دفن کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی قبر میں اُترے۔ آپ کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی کیونکہ اس وقت نماز

جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا)۔

اُم المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ

اُم المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبدِشمس رضی اللہ عنہا۔ آپ قدیم الاسلام ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت فرمائی۔ پہلے اپنے چچازاد حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ دونوں میاں بیوی نے اکٹھے سرزمین حبشہ کی جانب ہجرتِ ثانیہ کی۔ جب دونوں مکہ مکرمہ واپس لوٹے خاوند کا انتقال ہوگیا۔ ایک روایت کے مطابق ان کا انتقال حبشہ میں ہوگیا۔ عدت کے بعد حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نکاح کا پیغام دیا۔ اور نکاح فرمایا۔ مکہ مکرمہ میں آپ کی رخصتی ہوئی۔ مدینہ منورہ میں انہوں نے ہجرت کی۔ جب عمر رسیدہ ہوگئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ انہیں طلاق نہ دی جائے بلکہ ازواجِ مطہرات میں شامل رکھا جائے۔ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کردی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی استدعا کو قبول فرمایا اور طلاق نہ دی۔ مدینہ منورہ میں شوال ۵۴ھ کو وفات پائی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما پہلے جبیر بن مطعم سے نامزد تھیں۔ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواستگاری فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ سرکار کچھ مہلت دیجئے تاکہ جبیر کو نرمی سے آمادہ کرلوں۔ دو سال قبل ہجرت مکہ مکرمہ میں ماہ شوال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔

ایک قول کے مطابق ہجرت سے تین برس قبل نکاح فرمایا۔ اس وقت اُن کی

عمر چھ برس تھی۔ رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر نو برس تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں نو برس رہیں۔ وصالِ نبویؐ کے وقت آپ کا سن اٹھارہ برس تھا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں وصال فرمایا۔ ستر برس کے قریب عمر پائی۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ دیگر امہات المومنینؓ کے ساتھ بقیع میں آپ کو دفن کیا جائے۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ خلیفہ مروان اس وقت مدینہ میں تھا۔ واقدی کے قول کے مطابق آپ نے منگل کی رات ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ میں بعمر چھیاسٹھ برس انتقال فرمایا۔

ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا

یہ پہلے حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔ ان کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدر سے مراجعت کے وقت حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد آپ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک طلاق دیدی۔ اس پر حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ آپؐ حضرت حفصہ کی جانب رجوع فرمالیں۔ کیونکہ یہ کثرت سے روزے رکھتی ہیں اور نوافل پڑھتی ہیں۔ اس پر آپؐ نے طلاق سے رجوع فرمالیا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپؐ نے طلاق کا صرف ارادہ فرمایا تھا طلاق کی نوبت نہ آئی۔ بقول واقدی شعبان ۴۵ھ بعمر ساٹھ سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں وصال پایا۔ ایک قول کی رو سے بعہدِ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں۔

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا

ان کا اسم گرامی ہند بنت ابی اُمیہ ہے۔ ابی امیہ کا نام سہیل ہے جن کو زاد الراکب کہا جاتا تھا۔ ابی امیہ سہیل کا نسب نامہ یوں ہے:

سہیل ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔

پہلے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ان کے ساتھ حبشہ کی دونوں ہجرتیں کیں وہیں آپ کے ہاں زینب پیدا ہوئیں۔ ازاں بعد عمر اور درہ متولد ہوئے۔ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ۴ھ میں فوت ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں شوال ۴ھ میں آئیں۔ ان کا وصال ۵۹ھ میں ہوا اور ایک قول کے مطابق ۶۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ صحیح تر قول اوّل ہے۔ بقول ابونعیم اصبہانی آپ کا جنازہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے پڑھایا جو درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کا جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ بوقتِ وصال عمر چوراسی سال تھی۔

اُمّ المومنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

اسم گرامی رملہ بنت ابی سفیان بن حرب تھا۔ پہلے عبیداللہ بن جحش بن رباب کے نکاح میں تھیں۔ ان ہی سے آپ کے ہاں حبیبہ پیدا ہوئی۔ اسی حبیبہ سے آپ نے اُم حبیبہ کنیت اپنا لی۔ اپنے خاوند کے ساتھ سرزمین حبشہ کی جانب دوسری ہجرت کی۔ خاوند وہاں عیسائی مذہب اختیار کر کے مرتد ہوگیا اور وہیں مرگیا۔ لیکن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ثابت قدم رہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ آپ کی جانب سے انہیں نکاح کا پیغام دے۔ ۶ھ میں نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ نجاشی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے چار سو دینار

مہر دیا۔ شرحبیل بن حسنہ کے ہمراہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔
ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خالد بن سعید بن عاص کو اپنا وکیل بنایا۔ انہوں نے آپ کا نکاح کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ مدینہ منورہ آگئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح دیا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کا نکاح کیا۔ لیکن پہلی روایت صحیح تر ہے۔ ۴۴ھ میں وصال پایا۔

اُمّ المومنین زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش

اُمّ المومنین زینب بنت جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان رضی اللہ عنہا کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ ہجرت کرنے والی عورتوں میں آپ شامل ہیں۔ ۵ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے مدینہ منورہ میں نکاح فرمایا۔ ترپن برس کی عمر میں ۲۰ھ کو وفات پائی۔

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ

اُمّ المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبد اللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ رضی اللہ عنہا مسکینوں کو کھانا کھلانے کے باعث زمانہ جاہلیت میں ام المساکین کے نام سے مشہور تھیں۔ پہلے طفیل بن حارث کے ساتھ نکاح کیا۔ طلاق کے بعد اس کے بھائی حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا جو احد میں شہید ہوئے۔ ہجرت کے اکتیسویں مہینے کی ابتداء میں

لہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نباہ نہ ہوسکنے کے باعث طلاق تک نوبت پہنچی۔ عدت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

رمضان شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح فرمایا۔ آٹھ ماہ آپ کے ساتھ رہیں۔ پھر ربیع الثانی کے آخر میں ہجرت کے انتالیسویں مہینے انتقال کر گئیں اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

اُم المومنین حضرت جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہا غزوہ بنی مصطلق میں قید ہو کر آئیں۔ اس سے قبل مسافع بن صفوان یا صفوان بن مالک کے نکاح میں تھیں۔ تقسیم غنیمت کے وقت حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں جنہوں نے آپ کو مکاتب بنا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت ادا کر کے ۶ھ میں نکاح فرمالیا۔ ان کا نام برہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھا۔ لوگوں نے جب نکاح کی خبر سنی تو تمام بنو مصطلق کے غلاموں کو رہا کر دیا۔ آپ کے اس نکاح کی برکت سے سو خاندان آزاد ہوئے۔ وصال ربیع الاول ۵۶ھ یا ۵۰ھ میں بعمر ۶۵ سال ہوا۔

اُم المومنین حضرت صفیہ بنت حی

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب بن سعید بن عامر رضی اللہ عنہا۔ آپ حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ سلام بن مسلم قرظی نے پہلے نکاح کیا۔ لیکن یہ نکاح مفارقت پر منتج ہوا۔ پھر کنانہ بن ربیع بن حقیق سے نکاح ہوا جو غزوہ خیبر میں مقتول ہوا۔ اور یہ قید ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کے لئے منتخب فرمایا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ آزادی ان کا مہر ٹھہرایا۔ ایک روایت کے مطابق تقسیم غنیمت کے وقت حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات باندیوں کے بدلے ان سے لے

لے لیا۔ سنہ ۵۰ھ یا ۵۲ھ یا سنہ ۳۶ھ میں فوت ہوئیں اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

اُمّ المومنین حضرت ریحانہ رضؓ

ام المومنین حضرت ریحانہ بنت زید بن عمرو بن خنافہ رضی اللہ عنہا۔ بقول ابن سعد، یہ بنی نضر سے تھیں اور بقول کلبی ان کا نسب یوں ہے:

ریحانہ بنت شمعون بن زید۔ رضی اللہ عنہا

بنی قریظہ کے کسی مرد کے نکاح میں تھیں جس کا نام حکم بتایا جاتا ہے۔ قیدی ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصّہ میں آئیں۔ آپ نے آزاد فرما کر سنہ ۶ھ میں ان کو شرفِ زوجیت بخشا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجۃ الوداع سے لوٹے تو اُن کا انتقال ہُوا اور جنت البقیع میں انہیں دفن فرمایا۔ واقدی کا کہنا ہے کہ سنہ ۱۶ھ میں فوت ہوئیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بطور کنیز کے تھیں۔

اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضؓ

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث بن حزن بن بحیر بن ہزم ہلالیہ رضی اللہ عنہا زمانۂ جاہلیت میں مسعود بن عمرو ثقفی کے عقد میں آئیں لیکن جدائی ہوگئی۔ پھر ابو رُہم بن عبدالعزّیٰ سے نکاح کیا جو مر گیا۔ آخر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرف کے مقام پر جو مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے سنہ ۷ھ میں عمرۃ القضاء سے واپسی پر نکاح فرمایا۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری زوجہ مطہرہ ہیں۔ تقدیر ربانی کہ جس مکان میں آپ کی رخصتی ہوئی اسی مکان میں سنہ ۶۱ھ یا سنہ ۶۳ھ یا سنہ ۵۱ھ میں وصال پایا اور مدفون ہوئیں۔

ان عورتوں کا ذکر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں لیکن اُن سے زفاف نہ فرمایا

ایک عورت بنی کلاب سے تھیں جس کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے اس کا نام فاطمہ بنت ضحاک کلابی بتایا۔ بعض نے عمرہ بنت یزید بن عبید بن کلاب بن ربیعہ بن عامر ذکر کیا۔ عالیہ بنت ظبیان از اولادِ بکر بن کلاب بھی بعض روایتوں میں آیا ہے اور بعض میں اس کا نام سبا بنت سفیان از اولادِ بکر بن کلاب۔ ان روایتوں کی بنا پر یہ ایک عورت ہے نام میں اختلاف ہے۔ اور یہ بنی عامر سے ہی ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق ان ناموں کی عورتوں سے سرکار علیہ السلام نے عقد فرمایا۔

بقول زہری فاطمہ بنت ضحاک سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ لیکن اس نے غلط فہمی میں اَعُوذُ بِاللہِ مِنْکَ کے الفاظ کہدیئے۔ تو آپ نے اُسے طلاق دے دی۔ اس کے بعد وہ کہا کرتی تھی کہ میں بدبخت ہوں۔ یہ ذوقعدہ ۸ھ میں نکاح میں آئی اور سنہ ۶۰ھ میں فوت ہوئی۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ دادا سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دخول فرمایا مگر جب آپ نے اپنی ازواج کو اختیار بخشا تو اس نے اپنی قوم کو اختیار کیا اور آپ سے جدا ہوگئی۔

• عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ سبا بنت سفیان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج سے تھیں۔

• عبداللہ ابن عمرؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو اُسید کو بھیجا کہ بنی عامر کی ایک عورت جس کا نام عمرہ بنت یزید تھا کو پیغامِ نکاح دیں۔ پھر اُس سے نکاح فرمایا۔ بعد میں آپ کو پتہ چلا کہ اسے برص ہے تو آپؐ نے اُسے طلاق دے دیدی۔

• بعض علماء روایت کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالیہ کے پاس ایک عرصہ تک رہے۔ پھر اسے طلاق دیدی۔

• اسماء بنت نعمان بن ابی جون بن حارث کندیہ، جونیہ۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس گئے اور بلایا تو اُس نے کہا آپ آجایئے۔ اس پر آپؐ نے اُسے طلاق دے دی۔ باقی راویوں کا کہنا ہے کہ یہ وہی ہے جس نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ کے الفاظ کہے تھے۔

• امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابی اُسید ساعدی سے روایت فرمائی۔

تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمَیْمَۃَ بِنْتَ شَرَاحِیْلَ فَلَمَّا اُدْخِلَتْ عَلَیْہِ بَسَطَ یَدَہٗ اِلَیْھَا فَکَاَنَّھَا کَرِھَتْ ذٰلِکَ فَاَمَرَ اَبَا اُسَیْدٍ اَنْ یُّجَھِّزَھَا وَیَکْسُوْھَا ثَوْبَیْنِ ۝

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح فرمایا جب اس کی رخصتی آپؐ کے ہاں ہوئی آپ نے اپنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھایا۔ آپؐ نے محسوس فرمایا کہ اُسے ناگوار ہے۔ آپؐ نے ابو اسید کو حکم فرمایا کہ اسے دو کپڑے پہنا کر واپس چھوڑنے کی تیاری کرو"

ان ہی سے دوسری روایت ان الفاظ میں ہے۔

اَتَی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْجَوْنِیَّۃِ فَلَمَّا اُدْخِلَتْ عَلَیْہِ وَ
قَالَ ھَبِیْ لِیْ نَفْسَکِ فَقَالَتْ کَیْفَ تَھَبُ الْمَلِکَۃُ نَفْسَھَا لِلسُّوْقَۃِ
فَاَھْوٰی بِیَدِہٖ اِلَیْھَا لِتَسْکُنَ فَقَالَتْ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ فَقَالَ
قَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ ثُمَّ خَرَجَ اِلَیْنَا فَقَالَ یَا اُسَیْدُ اکْسُھَا رَازِقِیَّیْنِ
وَالْحِقْھَا بِاَھْلِھَا۔

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جونیہ کے ہاں نکاح کے لئے تشریف لے گئے جب اُس کی رخصتی ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے ارشاد فرمایا اپنا آپ مجھے ہبہ کر! تو وہ کہنے لگی کس طرح ملکہ رعیت کو اپنا آپ ہبہ کرسکتی ہے۔ آپ نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ وہ ٹھہر جائے تو وہ کہنے لگی "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے بڑی پناہ طلب کی ہے۔ پھر آپ ہمارے پاس باہر آگئے اور فرمایا اے اسید! اسے کتان کے دو سفید کپڑے پہنادو اور اسے خاندان میں چھوڑ آؤ۔"

- قتیلہ بنت قیس خواہر اشعث بن قیس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا نکاح اشعث نے کیا۔ بعد میں وہ حضر موت چلا گیا اور اسے بھی ساتھ لیتا گیا۔ وہیں اُسے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر پہنچی تو اسے اپنے علاقہ میں ہمراہ لے آیا خود مرتد ہُوا اور یہ بھی اُس کے ساتھ مرتد ہوگئی۔ پھر ایمان کے بعد حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سخت کبیدہ خاطر ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم بخدا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواج سے ہے ہی نہیں۔ نہ آپ نے اُسے پسند فرمایا اور نہ خلوت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ارتداد کے باعث اس سے بری فرمادیا۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

اس کے نکاح کا انکار فرماتے تھے۔

- ملیکہ بنت کعب لیثی۔ بعض علماء کا کہنا ہے یہ وہی عورت ہے جس نے أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ کہا تھا۔ بعض کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دخول فرمایا اور آپ کے ہاں ہی اس کا انتقال ہوا۔ اور بعض سرے سے نکاح کا انکار فرماتے ہیں۔
- سبا۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام سنا بنت اسما تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔ لیکن رخصتی سے قبل انتقال کر گئیں۔ یہ بنی کلاب کی اس عورت کے علاوہ ہیں جس کا ذکر پہلے گزر چکا۔
- اُم شریک ازدیہ۔ ان کا نام غزیہ بنت جابر بن حکیم ہے۔ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ابو بکر بن سلمی کے نکاح میں تھیں۔ رخصتی سے قبل ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق دے دی۔ انہوں نے اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیا تھا۔ ایک قول کے مطابق ہبہ کرنے والی عورت خولہ بنت حکیم ہے۔
- خولہ بنت ہذیل بن ہبیرہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گئیں تھیں۔
- شراف بنت خلیفہ۔ یہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ عقد نبوی میں آئیں لیکن رخصتی نہ ہوئی۔
- لیلیٰ بنت خطیم ہمشیرہ قیس۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے نکاح کیا غیور تھی۔ اس نے فسخ نکاح کا مطالبہ کیا۔ سرکار پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور فرما دیا۔

- عمرہ بنت معاویہ کندیہ۔ آپؐ کے نکاح میں آئیں شعبی بیان کرتے ہیں کہ ۔ ۰ قبیلہ کی ایک عورت کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہوا لیکن آپ کے وصال کے بعد آستانہ نبوی پر حاضر ہوئیں۔
- بنت جندب بن ضمرہ خندعیہ۔ بقول بعض زوجیت نبوی سے مشرف ہوئیں اور بعض اس کے وجود ہی کا انکار کرتے ہیں۔
- نبی غفار کی ایک عورت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غفار خاندان کی ایک عورت سے نکاح فرمایا۔ خلوت میں اس کے جسم پر سفید داغ ملاحظہ فرماکر ارشاد فرمایا اپنے خاندان میں چلی جا۔
- ایک قول یہ ہے کہ کلابیہ کے جسم پر سفید داغ دیکھے۔
- جس عورت نے اعوذ باللہ منک کہا اس کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ کلابیہ ہے بعض کے ہاں جونیہ اور بعض نے اس کا نام ملیکہ لیثیہ ذکر کیا ہے

○

ان عورتوں کا ذکر جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کا پیغام دیا لیکن نکاح کی نوبت نہ آئی

اور

جنہوں نے اپنا آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا[1]

- اُم ہانی بنت ابو طالب بن عبدالمطلب ۔ ان کا نام فاختہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے خواستگاری فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا میں بچوں والی عورت ہوں۔ اور معذرت کی۔ آپؐ نے معذرت قبول فرمائی۔
- ضباعہ بنت عامر بن قرط بن سلمہ۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے باپ کو نکاح کا پیغام بھیجا جس کا نام سلمہ بن ہشام تھا۔ اس نے عرض کیا مجھے اس سے مشورہ کرنے کی مُہلت دیجیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی نے خبر دی کہ وہ بوڑھی ہو چکی ہے۔ باپ اس کے پاس پہنچا اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] یعنی مہر کے بغیر اپنے آپ کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دیدیا۔ یہ خصائص نبویہ سے ہے ورنہ عام مسلمانوں کے نکاح میں مرد کے ذمہ مہر لازم ہے۔ اگرچہ عقد میں مہر کا ذکر بھی نہ کیا ہو۔ نکاح کے بعد عورت کو اختیار ہے چاہے وصول کرلے یا معاف کر دے۔

کی طلب کا ذکر کیا۔ اُس نے باپ سے کہا جائیے اور نکاح کر دیجئے۔ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

- صفیہ بنت بشامہ بن نضلہ ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس وقت پیغام پہنچایا جب یہ قیدی ہو کر آئی۔ آپ نے اسے اپنی پسند پر چھوڑ دیا۔ اور فرمایا مجھے یا پہلے خاوند میں سے جسے چاہتی ہے اختیار کر لے۔ اس نے عرض کیا مجھے پہلا خاوند پسند ہے۔ آپ نے اُسے آزاد فرما دیا۔ بنو تمیم نے اس کے اس فعل پر اسے لعنت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح بیان کیا ہے۔
- اُمِ شریک ۔ ہم نے اس کا ذکر مطلقات نبویہ میں پہلے کر دیا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو ہبہ کیا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول نہ فرمایا۔
- لیلیٰ بنت خطیم ۔ پہلے ہم نے ذکر کیا کہ اس کا نکاح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا لیکن فسخ ہو گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اُس نے اپنا آپ ہبہ کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول نہ فرمایا۔
- خولہ بنت حکیم بن امیہ ۔ اس نے اپنا آپ ہبہ کیا لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کو ملتوی رکھا۔ بعد میں عثمان بن مظعون نے اس سے نکاح کر لیا۔
- جمرۃ بنت حارث بن عوف مزنی ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواستگاری فرمائی۔ مگر اس کے باپ نے کہا کہ وہ بیمار ہے۔ فی الحقیقت اُسے کوئی بیماری نہ تھی۔ جب باپ اُس کے پاس آیا تو وہ برص میں مبتلا ہو چکی تھی۔ یہ

شیبب بن برصاء شاعر کی ماں تھی۔

- سودۃ قریشیہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام عقد بھیجا۔ وہ عورت صاحب اولاد تھی۔ اس نے عرض کیا مجھے یہ ناگوار ہے کہ میرے بچے آپ کے سرہانے شور مچائیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تعریف فرمائی اور اُسے دُعا دی۔
- نامعلوم الاسم عورت: مجاہد نے فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ اُس نے عرض کیا۔ میں اپنے باپ سے مشورہ کرلوں۔ باپ کے پاس گئی اور اُس نے اجازت دے دی۔ پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں آئی تو آپ نے فرمایا ہم نے تیرے علاوہ ایک اور لحاف اوڑھ لیا ہے۔

○

مستورات جو آپؐ پر نکاح کے لئے پیش ہوئیں لیکن آپؐ نے انکار فرما دیا

- امامہ بنت حمزۃ بن عبدالمطلب ۔ اس کا نام عمارہ بھی مذکور ہے۔ آپؐ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا۔
"یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہیں"
- ضحاک ابن سفیان نے اپنی لڑکی پیش کی اس کے جمال کا ذکر کیا اور کہا اسے کبھی سردرد نہیں ہوا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔
ایک قول یہ ہے کہ یہ عورت بنی کلاب سے تھی۔ اس کے باپ نے مذکورہ بالا بات کہی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے طلاق دیدی۔ خلوت نہ فرمائی۔

○

باندیاں

- حضرت ماریہ قبطیہ[1] رضی اللہ عنہا۔ اسکندریہ کے حکمران مقوقس نے آپ کے پاس انہیں بھیجا۔
- ریحانہ بنت زید۔ ان کا ذکر سابقہ صفحات میں ہو چکا[2]۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے آزاد فرما کر شرفِ زوجیت سے نوازا۔ اور بقولِ بعض آزاد نہ فرمایا۔ زہری فرماتے ہیں ریحانہ کو باندی بنایا پھر اُسے آزاد فرما دیا اور یہ اپنے خویش و اقارب میں چلی گئی۔

قتادہ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو باندیاں تھیں ماریہ اور ریحانہ۔ بعض کا کہنا ہے کہ زینبِ قرظیہ بھی باندی تھی۔

---

[1] ماریہ قبطیہ بنت شمعون۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ابن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدۂ کریمہ تھیں سنہ ۱۶ھ میں انتقال فرمایا۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ مواہب لدنیہ

[2] ازواجِ مطہرات رض کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابو عبیدہ کا کہنا ہے کہ آپؐ کی چار کنیزیں تھیں۔ ماریہؓ، ریحانہؓ۔ ان کے علاوہ جمیلہؓ جو قیدی بن کر آپؐ کے حصہ میں آئیں اور ایک کنیز زینبؓ بنت جحش نے آپؐ کو ہبہ کی[1]

○

[1] ان کا نام نفیسہ تھا۔ (زرقانی علی المواہب ج ۳ ص ۲۰۳)

تعداد ازواجِ مطہراتؓ اور اُن کی ترتیب

زہری نے آخرین میں فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پہلی زوجہ بعثت سے قبل حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں ۔ پھر بہ ترتیبِ ذیل حضرات امہات المومنین کو شرفِ زوجیت بخشا ۔

حضرت سودہؓ ۔ حضرت عائشہؓ ۔ حضرت حفصہؓ ۔ حضرت ام سلمہؓ ۔ حضرت جویریہؓ بنت حارث ۔ حضرت زینبؓ بنت جحش ۔ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ ۔ حضرت ریحانہ بنت زید ۔ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان ۔ حضرت صفیہؓ بنت حُی ۔ حضرت میمونہؓ بنت حارث رضی اللہ تعالےٰ عنہن ۔

فاطمہ بنت ضحاک کلابیہ سے بھی نکاح فرمایا ۔ لیکن اُس کے پناہ مانگنے کے باعث اُسے جُدا فرما دیا ۔ ایک قول کے مطابق اس کے جسم پر سفید داغ کے باعث جُدا فرمایا ۔ اسماء بنت نعمان جونیہ سے عقد فرمایا لیکن خلوت نہ فرمائی ۔ ان کے علاوہ کسی اور عورت کے ساتھ نکاح کا علماء انکار فرماتے ہیں ۔

علماء نے فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صرف چودہ مستورات سے عقد فرمایا ۔ ان میں سے چھ قرشی ہیں ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنی اسد سے ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی بنی تیم سے حضرت سودہ رضی بنی عامر بن لوی سے حضرت ام سلمہؓ بنی مخزوم سے ۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنی امیہ سے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنی عدی سے ۔

اور بقیہ قبائل عرب میں سے ان مستورات سے نکاح فرمایا :

حضرت زینب بنت جحش اسدیہ حضرت میمونہ ہلالیہ، حضرت جویریہ مصطلقیہ، حضرت اسماء جونیہ، حضرت فاطمہ کلابیہ، حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ، حضرت ریحانہ از بنی نضیر اور حضرت صفیہ بنت حی مالِ غنیمت میں قیدی ہو کر آپؐ کے حصہ میں آئیں۔

محمد بن کعب قرظی آخرین میں فرماتے ہیں۔

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ عورتوں سے عقد فرمایا۔ انھوں نے حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کے سوا باقی امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے اسماء مبارکہ بیان کئے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے ازواج مطہراتؓ کی تعداد پندرہ بایں ترتیب بیان فرمائی۔

"حضرت خدیجہ، حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت میمونہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت صفیہ، حضرت عمرہ بنت معاویہ، حضرت جویریہ بنت حارث، حضرت قتیلہ خواہر اشعث، حضرت ام شریک، حضرت لیلیٰ بنت حطیم رضی اللہ عنہن"

ابوامامہ بن سہل اپنے والد سے ازواج مطہراتؓ میں یہ ترتیب روایت فرماتے ہیں:۔

حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت سودہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن۔

حضرت جویریہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما قیدی ہو کر آپؐ کے ہاں آئیں۔ نیز حضرت ریحانہ بطور کنیز زیر تصرف آئیں۔ لیکن آپؐ نے انھیں آزاد کر دیا۔ یہ خاندان میں چلی گئیں اور وہاں روپوش ہو گئیں۔

بقول ابوعبیدہ ازواج مطہراتؓ کی تعداد اٹھارہ تھی۔

واقدی کا کہنا ہے کہ قول اول زیادہ مضبوط ہے۔

○

ازواجِ مطہراتؓ
جو
وصالِ نبویؐ کے وقت حیات تھیں

قتادہ راوی ہیں کہ وصالِ نبوی کے وقت نوؐ ازواجِ مطہرات زندہ تھیں ۔ پانچ قبیلہ قریش سے ، حضرت عائشہ صدیقہ ، حضرت حفصہ ، حضرت ام حبیبہؓ ، حضرت سودہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن ۔ باقی عرب قبائل سے تین حضرت میمونہ ، حضرت زینب بنت جحش اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہن ۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ایک حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ۔

اولادِ پاک

فرزندانِ کرام

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ان ہی کی نسبت سے آپ کی کنیت ابو القاسم تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اولاد میں سب سے پہلے بعمر دو سال فوت ہوئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ طاہر اور طیب بھی اُن کے نام تھے۔ بعثتِ نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔

ہثیم بن عدی، ہشام بن عروہ سے اور وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیٹے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے، عبدالعزیٰ، عبد مناف اور قاسم تھے۔

ہثیم فرماتے ہیں میں نے ہشام سے پوچھا پھر طیب و طاہر کہاں گئے؟ تو انہوں نے کہا اے عراقیو! یہ دو نام اولاد میں تم ذکر کرتے ہو ہمارے مشائخ تو عبدالعزیٰ، عبد مناف اور قاسم روایت کرتے ہیں۔

مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہثیم کذاب (جھوٹا) ہے اس کی بات قابلِ توجہ نہیں۔ ہمارے شیخ ابن ناصر فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عبدمناف اور عبدالعزیٰ نام بالکل نہیں رکھے۔

عروۃ کا کہنا ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت قاسم، حضرت طاہر، حضرت عبداللہ اور حضرت مطیب رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

سعید بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ چار بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم، حضرت قاسم، حضرت طاہر اور حضرت مطہر رضی اللہ عنہم۔

ابوبکر برقی نے فرمایا۔ بعض علماء طاہر و مطہر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی کے نام بتاتے ہیں۔ اور علماء کا ایک گروہ ان تین ناموں سے تین فرزند مراد لیتا ہے۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت طیب اور حضرت مطیب رضی اللہ عنہما ایک حمل سے اور حضرت طاہر اور حضرت مطہر رضی اللہ عنہما ایک حمل سے متولد ہوئے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ان کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ ذی الحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ایک قول کے مطابق ۱۶ ماہ اور دوسرے قول کی رو سے ۱۸ ماہ کی عمر میں انتقال کیا۔ قولِ ثانی صحیح تر ہے۔ آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا یُتِمُّ رِضَاعَہٗ فِی الْجَنَّۃِ [۱]

"جنت میں ان کو ایک دودھ پلانے والی ہے جو مدتِ رضاعت تک اُن کو دُودھ پلائے گی۔"

آپ کے علاوہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ کے

---

[۱] ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ان الفاظ میں اس حدیث کو روایت فرمایا ان لہ مرضعا فی الجنۃ صفحہ ۱۱۱ اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ میں مرفوعاً روایت فرمایا۔ ان اتمام رضاعۃ فی الجنۃ۔ صفحہ ۱۱۱

بطن سے ہے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے علاوہ سب نے آپ کی حیات ظاہری میں وفات پائی۔

بنات طیبات

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا | والدہ کا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہے۔ بعثتِ نبویؐ سے پانچ برس قبل اس وقت پیدا ہوئیں جب قریش خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے۔ آپ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔

زبیر کا بیان ہے کہ سب سے چھوٹی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رمضان شریف ۲ھ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا اور رخصتی ذی الحجہ میں ہوئی۔

ایک قول کے مطابق نکاح ماہ رجب میں ہوا۔ ایک اور قول کے مطابق صفر کے مہینہ میں لوہے کی ایک چھوٹی زرہ مہر کے عوض ہوا۔ آپ کے ہاں حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم متولد ہوئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جن سے حضرت عبداللہ اور حضرت عون رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ یہ اپنے خاوند کی زندگی میں انتقال فرما گئیں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے حضرت زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عون بن جعفر رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور حضرت عون رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔

ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا اور کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ان کے ہاں ہی انتقال فرما گئیں۔

ابن اسحاق نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد میں حضرت محسن رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا ہے جو بچپن میں فوت ہو گئے۔

لیث بن سعد نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا اضافہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ بلوغ سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ ماہ اور بقول بعض تین ماہ بعد ہوئی۔ انہوں نے انتیس برس عمر پائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اور ایک قول کی رو سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔

پہلا قول عروہ کا ہے اور دوسرا قول عمرۃ بنت عبدالرحمن کا اور تیسرا النخعی کا ہے۔ ہمارے شیخ ابن ناصر حافظ نے فرمایا آخری قول اصح ہے۔ آپ کو راتوں رات دفن کیا گیا۔

حضرت سیدہ زینب

ان کی والدہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کا نکاح انکے خالہ زاد ابوالعاص بن ربیع سے ہوا۔ ابوالعاص کی ماں ہالہ بنت خویلد ہمشیرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں میں سے سب سے بڑی تھیں۔ ابوالعاص سے آپ کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ متولد ہوئے۔ جو کہ قریب البلوغ ہو کر فوت ہوئے۔ فتح مکہ کے روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ انھی سے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بھی پیدا ہوئیں جنہیں سرکار دو عالم

نماز میں بھی اٹھائے رکھتے تھے۔ ابوالعاص میدانِ بدر میں قید ہوئے۔ فدیہ کے لئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رخصتی کے وقت پہنایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب وہ ہار دیکھا تو آپ پر سخت رقت طاری ہوگئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اگر تم مناسب سمجھو تو اس کا ہار واپس لوٹا دو اور قیدی کو چھوڑ دو۔ سب صحابہ نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا۔ ابوالعاص سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد لیا کہ مکہ مکرمہ پہنچ کر زینب کو آزاد کر دیں گے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس کے ہمراہ بھیجا جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ شریف لے آئے۔

شعبی اور قتادہ کا قول ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔

واقدی کا کہنا ہے کہ پہلا قول صحیح تر ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ان کی ماں بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ بعثت سے قبل ان کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے ہوا۔

بعثت کے بعد جب تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ الخ سورہ نازل ہوئی تو ابولہب اپنے لڑکے سے کہنے لگا۔ میرا تیرے ساتھ اکٹھا رہنا حرام ہے اگر تو اس کی لڑکی کو طلاق نہ دے۔ اس پر اس نے خلوت سے قبل آپ کو طلاق دے دی۔ اپنی والدہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ایمان قبول فرمایا۔ انہوں نے اپنی دیگر بہنوں کے ساتھ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب دیگر مومنات داخلِ بیعت ہوئیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا اور ان کے ہمراہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئیں۔ ایک حمل ضائع ہونے کے بعد آپ کے ہاں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ان کے باعث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلام میں ابو عبداللہ کنیت اختیار فرمائی۔

چھ برس کی عمر میں مرغ نے آپ کے چہرہ پر ٹھونگا مارا جس سے عازم جنت ہوئے۔ یہ آپ کی آخری اولاد تھی۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر کی تیاری فرما رہے تھے تو آپ بیمار ہوئیں۔ اسی وجہ سے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ کی تیمارداری کے لئے پیچھے چھوڑ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بدر ہی میں تھے کہ آپ ہجرت کے ستارہویں مہینے کے اوائل میں انتقال کر گئیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بدر سے فتح کی خوشخبری لائے۔ جب مدینہ شریف داخل ہوئے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں قبل بعثت عتبہ بن ابی لہب سے نکاح ہوا۔ اس کے باپ نے اُسے حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دے۔ اس کا باعث وہی تھا جو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں مذکور ہو چکا۔ عتبہ نے آپ کو خلوت سے قبل ہی طلاق دیدی۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں رہیں۔ اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ مسلمان عورتوں کے ہمراہ آپ نے بھی اپنی بہنوں کے ساتھ بیعت کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ شعبان ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ آپؐ ان کی قبر انور پر بیٹھے۔ حضرت علی، حضرت فضل اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم قبر میں اُترے۔

ابوبکر برقی نے فرمایا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کل اولاد سات تھی اور ایک قول کے مطابق آٹھ۔

حضرت قاسم، حضرت طاہر، حضرت طیب، حضرت ابراہیم، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم۔

زبیر بن بکار نے فرمایا کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ سب سے بڑے تھے۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، جن کا لقب طیب و طاہر تھا۔ بعثت کے بعد متولد ہوئے اور بچپن میں راہی جنت ہوئے۔ پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سب سے آخر میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے مکہ میں وفات پائی۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔

غلام

• حضرت اسلم رضی اللہ عنہ: کنیت ابو رافع تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ انہوں نے دربارِ نبوی میں بطور ہبہ پیش کیا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے حضرت اسلم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوش خبری سنائی۔ اس پر آپ نے انہیں آزاد فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ بھی مکہ میں ایمان لائے[1]۔ غزوہ خندق میں شریک تھے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے جو انشاء اللہ تعالے مذکور ہوگا[2]۔

• حضرت احمر رضی اللہ عنہ: ان کی کنیت ابو عسیب تھی۔

---

[1] ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بدر سے پہلے ایمان لائے لیکن اس میں شریک نہ ہوئے۔ احد اور مابعد غزوات میں شرکت فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور ایک جماعت نے آن سے روایت کی۔ شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہ سے قبل یا بعد وفات پائی۔

(اصابہ)

[2] کتاب کے حصہ سیرت میں حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نام میں اختلاف کا ذکر نہیں فرمایا۔ اصابہ سے آپ کے نام میں اختلاف درج کیا جاتا ہے۔ ابراہیم، اسلم، سنان یسار، صالح، عبدالرحمن، قرمان، یزید، ہرمز۔

- حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ[1]۔
- حضرت افلح رضی اللہ عنہ۔ برقی نے اُن کا ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ حدیث کے راوی ہیں[2]۔
- حضرت ابو سرح انسہ رضی اللہ عنہ[3]۔
- حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہما[4]۔
- حضرت ابو عبد اللہ ثوبان رضی اللہ عنہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خریدا اور آزاد فرمادیا[5]۔

---

[1] ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا تھیں۔ جن کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت اعزاز و اکرام فرمایا کرتے تھے۔ وصالِ نبویؐ کے وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ یا بیس برس تھی۔ حیاتِ ظاہری کے آخری ایام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک عظیم لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا تھا۔ وصالِ نبویؐ کے بعد وہ لشکر عہدِ صدیقی میں روانہ ہوا اور فتحمند واپس لوٹا۔ آپ کا وصال ۵۴ھ میں ہوا۔

[2] متن حدیث کے لئے ملاحظہ ہو اصابہ ص۵۸ ج ۱

[3] غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق اسی میں شہادت پائی۔ دربارِ نبوتی کے دربان تھے۔

[4] والد کا نام عبید بن زید بن عمرو تھا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ماں میں سگے بھائی تھے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پہلے ان کے باپ سے نکاح فرمایا تھا۔

(اصابہ)

[5] آزاد ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ وصالِ نبوتی کے بعد پہلے رملہ پھر حمص آ گئے اور وہیں ۵۴ھ میں وصال فرمایا۔

- حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ۔ ان کا نام مہران اور طہمان بھی مروی ہے[1]
- حضرت رافع رضی اللہ عنہ[2]
- حضرت رباح اسود رضی اللہ عنہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربان تھے[3]
- حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔ انھیں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ نبوت میں ہبہ فرمایا[4]
- حضرت زید بن بولی رضی اللہ عنہ[5] ابو نعیم اصبہانی نے ان کا ذکر فرمایا ہے۔

---

[1] ابن حبان نے انھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شمار کیا ہے۔ بغوی اور طبرانی نے ان سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ (اصابہ)

[2] ملاحظہ ہو ابو رافع، جن کے حالات اسی باب کے لواحق میں درج ہیں۔

[3] صحیحین میں ان کا ذکر موجود ہے۔ انھوں نے اپنا گھر دارِ ریحانیہ کے کونہ میں بنایا تھا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا گھر اس گھر کے قریب بنالو۔ مجھے خوف ہے کہ وہاں درندے تمہیں گزند پہنچائیں گے۔ (اصابہ)

[4] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب غلام تھے۔ آپ نے انھیں آزاد فرما کر متبنیٰ قرار دے دیا تھا اور اس طرح زید بن محمد کے نام سے مشہور تھے۔ جب آیت کریمہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انھیں زید بن حارثہ کے نام سے پکارنے لگے۔ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو اصابہ صفحہ ۵۶۳ ج ۱۔

[5] غزوہ ثعلبہ کے مالِ غنیمت میں بطورِ قیدی آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ میں آئے۔ آپ نے انھیں آزاد فرما دیا تھا۔ (اصابہ)

- حضرت سابق رضی اللہ عنہ [1]
- حضرت سالم رضی اللہ عنہ [2]
- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدلِ کتابت کی ادائیگی میں ان کی مدد فرمائی [3]
- حضرت سلیم رضی اللہ عنہ ۔ ابوکبشہ دوسی کنیت تھی ۔ ایک روایت میں اُن کا نام اوس بھی آیا ہے ۔ [4]
- حضرت سعید ابوکندیر رضی اللہ عنہ [5]
- حضرت شقران رضی اللہ عنہ ۔ نام صالح [6] تھا ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیے تو آپ نے آزاد فرما دیا [7]

---

[1] والد کا نام ناجیہ تھا ۔ استیعاب میں انھیں دربارِ نبوت کا خادم بیان کیا گیا ہے ۔

[2] بعض نے سالم کی بجائے "سلمیٰ" نام روایت کیا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی تھیں اور درست یہی ہے

[3] تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو اصابہ ص ۶۲ ج ۲ استیعاب علی حاشیہ اصابہ ص ۵۷ تا ۶۱ جلد ۲ ۔

[4] ابن اسحاق نے انھیں غزوہ بدر کے شرکاء میں ذکر فرمایا ہے ۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے روز وصال پایا ۔ (اصابہ)

[5] سعید بن مینا ، خطیب نے آپ سے یہ حدیث روایت کی ہے :

فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ ۔ "مجذوم سے اس طرح بھاگ جا جس طرح تو شیر سے بھاگتا ہے ۔"

[6] صالح بن عدی حبشی تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل و دفن میں شریک تھے قبر انور میں بھی اُترے ۔ (اصابہ)

[7] ایک قول کی رُو سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے غلام تھے ان کے وصال کے بعد نبی کریم کو وراثت میں ملے ۔ (اصابہ)

- حضرت ضمیرہ[1] بن ابی ضمیرہ رضی اللہ عنہما۔
- حضرت عبیداللہ بن اسلم رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام احمد[2] رضی اللہ عنہ نے انہیں صحابہ میں شمار فرمایا ہے۔
- حضرت عبید[3] بن عبدالغفار رضی اللہ عنہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔
- حضرت فضالہ[4] یمانی رضی اللہ عنہ
- حضرت مہران[5] رضی اللہ عنہ۔ کنیت ابوعبدالرحمن تھی۔ ابراہیم حربی کا کہنا ہے۔ یہ سفینہ نام سے مشہور تھے۔ لیکن دیگر علماء کا کہنا ہے رومان نام سے مشہور تھے اور بعض نے سفینہ کا نام عبس ذکر کیا ہے۔
- حضرت مدعم رضی اللہ عنہ[6] رفاعہ بن زید جزامی نے بارگاہِ نبوت میں ہدیتاً پیش

---

[1] باپ بیٹا دونوں صحابی تھے (استیعاب) یہ عربی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد فرمایا اور ایک تحریر لکھ دی کہ اس کے ساتھ اور اس کے اہلِ خانہ کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ (المعارف)

[2] بغوی وغیرہ نے بھی انہیں صحابہ کرام سے شمار فرمایا ہے۔ امام احمد وغیرہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ (اصابہ)

[3] ان کا نام عبداللہ بھی مروی ہے۔ نیز ان کے والد کا نام عبدالغافر بھی مروی ہے۔ (اصابہ)

[4] فضالہ۔ ف ض ال ہ۔ (حاشیہ المعارف) شام چلے گئے تھے (المعارف اصابہ) انکی اولاد وہیں ہے (اصابہ)

[5] ان سے امام احمد، بغوی اور ابن شاہین نے روایت کی۔ ان کے نام مہران اور رومان کے علاوہ میمون، کیسان اور سرمز بھی منقول ہیں۔ (اصابہ)

[6] ان کا ذکر مؤطا اور صحیحین میں ہے۔ ایک قول کے مطابق کنیت ابواسلام تھی۔ (اصابہ)

گیا۔ غزوہ خیبر میں تیر لگنے سے زخمی ہوئے اور وفات پائی۔

- حضرت نافع[1] رضی اللہ عنہ۔
- حضرت نفیع[2] رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابوبکر ثقفی تھی۔
- حضرت نبیہ[3] رضی اللہ عنہ۔ سراۃ[4] کے مولدین[5] سے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرید کر آزاد فرمادیا۔
- حضرت واقد رضی اللہ عنہ[6]
- حضرت وردان رضی اللہ عنہ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری میں انتقال فرما گئے۔[7]

---

[1] بخاری، ابن سفیان، بغوی، ابن ابی داؤد، ابن سکن، ابن شاہین، طبرانی اور ابن منده نے ان سے حدیث نقل فرمائی ہے۔ (اصابہ)

[2] نفیع بن حرث بروایت ابن سعد نفیع بن مسروح۔ فضلاء صحابہ سے تھے۔ بصرہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ اولاد صاحب شرافت وشہرت تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی اور ان سے ان کی اولاد نے روایت کی۔ (اصابہ)

[3] نام کے تلفظ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک بصیغہ تصغیر نُبَیْہ ہے اور بعض نَبِیَہ بروزن عَلِیم نقل کرتے ہیں (اصابہ)

[4] جزیرہ عربیہ میں سلسلہ کوہ کا نام جو شمال سے شروع ہو کر یمن تک جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ (المنجد)

[5] مولد کی جمع۔ وہ شخص جس کا باپ عربی اور ماں عجمی ہو۔ (المنجد)

[6] ابن سفیان نے اپنی مسند اور طبرانی نے معجم میں ان سے حدیث روایت کی۔ (اصابہ)

[7] وفات کا باعث پھل دار کھجور سے گرنا تھا۔ ابونعیم نے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شمار کیا ہے۔ (اصابہ)

- حضرت ہشام[1] رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت یسار[2] رضی اللہ عنہ ۔ صدقہ کے اُونٹوں کے چرواہے تھے جنہیں عرینیوں نے شہید کر دیا ۔
- حضرت ابو اثیلہ[3] رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت ابو الحمرا[4] رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ ۔ بہی بن ابو رافع کے آخری فرزند تھے ۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر میں ہے انہیں ابو البہی کہا جاتا تھا ۔ ابو رافع ، ابو احیحہ سعید بن عاص کے غلام تھے ۔ ان کے بیٹے وراثت میں ان کے مالک ہوئے ،

---

[1] طبری ، بطین ، ابن قانع اور ابن مندہ وغیرہم نے ان سے حدیث روایت کی ۔ (اصابہ)

[2] سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے ۔ ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو نماز پڑھنے کا انداز بہت پسند آیا ۔ اس پر آزاد فرما کر حرہ کے مقام پر اونٹوں کی نگہداشت پر مامور فرما دیا ۔ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگوں نے از راہِ نفاق اسلام کا اظہار کیا ۔ مدینہ کی آب و ہوا کے باعث ان کے پیٹ بڑھ گئے تھے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حضرت یسار کے پاس چراگاہ میں بھیج دیا تاکہ اُونٹوں کا دُودھ علاج کے طور پر پئیں ۔ ایک روز موقعہ پا کر انھوں نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ۔ آنکھوں میں کانٹے چبھو دیئے ۔ بخاری و مسلم میں ان کا ذکر موجود ہے لیکن نام مذکور نہیں ۔ (اصابہ)

[3] ابو اُثَیلَہ ۔ ثاء کے ساتھ تصغیر کا صیغہ (اصابہ)

[4] نام ھلال بن حارث (اصابہ) اصابہ ہی میں ایک مقام پر نام ہلالی بن حرث درج ہے ۔

تین بیٹوں سے جو میدانِ بدر میں قتل ہوئے اپنا اپنا حصہ آزاد کر دیا۔ ابو رافع نے بنو سعید میں سے باقی مالکان سے ان کے حصے خرید کر لئے۔ صرف خالد بن سعید کا حصہ باقی رہ گیا۔ جو انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد فرما دیا۔ ابو رافع کہا کرتے تھے میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آزاد کردہ ہوں۔ زبیر بن بکار نے اسی طرح بیان کیا۔ دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ نام ان کا رافع تھا اور ابو البہی کنیت تھی۔

- حضرت ابو السمح[1] رضی اللہ عنہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم تھے۔ ایک روایت کے مطابق غلام تھے۔
- حضرت ابو ضمیرہ[2] رضی اللہ عنہ
- حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ: ان کا نام سعد تھا۔ ایک قول کی رو سے نام عبید بن قوسبہ تھی۔ مزینہ کے مولدین سے تھے۔
- حضرت ابو مویہبہ[3] رضی اللہ عنہ۔
یہ بھی مزینہ کے مولدین سے تھے۔

---

[1] ان کا نام ایاد تھا۔ ان سے صرف ایک حدیث مروی ہے جسے ابن خزیمہ، ابو داؤد، نسائی ابن ماجہ اور بغوی نے روایت کیا ہے۔ (اصابہ)

[2] ماقبل مذکور ضمیرہ کے والد ماجد تھے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق سعد نام تھا اور دوسرے قول کی رو سے روح۔ (اصابہ)

[3] ان کا نام ابو موھبہ، ابو موھوبہ بھی منقول ہے۔ غزوہ مریسیع میں شریک ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سواری کے اونٹ کے آگے آگے چلتے تھے۔ (اصابہ)

• حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ ۔

ابراہیم حربی نے فرمایا :

"حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں عبید نامی کوئی نہ تھا ہاں ابو عبید تھے ۔ تیمی نے غلطی سے "عبید" نام روایت کیا ہے ۔

ابن ابی خیثمہ فرماتے تھے عبید اور ابو عبید دو الگ غلام تھے ۔

ابو بکر برقی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں عبید کا ذکر کیا ہے ۔ حربی "رافع" اور ابو رافع کو الگ الگ ذکر کر کے دو شمار کرتے ہیں اور بعض ابن قتیبہ کی موافقت میں دونوں کو ایک شمار کرتے ہیں ۔

ابو بکر بن حزم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں سے کرکرہ (ک کی زیر کے ساتھ) ذکر کرتے ہیں اور بعض راوی ان کا ... ی زبر کے ساتھ روایت کرتے ہیں ۔

مصعب کا قول ہے مقوقس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک خصی غلام ہدیتاً پیش کیا ۔ اس کا نام ایک روایت میں مابور ، دوسری میں مابو ہا اور تیسری میں ہابو مذکور ہے ۔

محمد بن حبیب ہاشمی نے کتاب المحبر میں آپ کے غلاموں سے ابو لبابہ ، ابو لقیط اور ابو ہند بھی ذکر کئے ہیں ۔

○

باندیاں

• حضرت ام ایمن[1] رضی اللہ عنہا۔ ان کا نام برکہ تھا ۔

---

[1] نام برکہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آزاد کردہ باندی تھیں۔
ملکیت نبوی میں آنے کے متعلق تین قول ہیں :

(۱) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں جن کے وصال کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں آئیں ۔ (اصابہ بحوالہ ابن سعد)

(۲) حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہن کی لونڈی تھیں ۔ انھوں نے بارگاہ نبوی میں ہبہ کے طور پر پیش کیا ۔ (اصابہ بحوالہ ابونعیم)

(۳) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں تھیں جن کے وصال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارث ہوئے ۔ (اصابہ بحوالہ تاریخ بخاری، مسلم ۔ ابن سکن)

مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک آخری قول مختار ہے (ملاحظہ ہو باب ولادت مبارک)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بہت عزت فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ۔

أُمُّ أَيْمَنَ أُمِّي بَعْدَ أُمِّي "ام ایمن میری والدہ کے وصال کے بعد میری ماں ہیں"

جب انہیں دیکھتے تو فرماتے ،

هٰذِهٖ بَقِيَّةُ أَهْلِ بَيْتِي ۔ "یہ میرے اہل بیت کی نشانی ہیں"

خلافت عثمانیہ میں وصال پایا۔ ایک قول کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بیس روز بعد انتقال فرمایا ۔ (اصابہ)

- حضرت امیمہ[1] رضی اللہ عنہا۔
- حضرت خضرہ[2] رضی اللہ عنہا۔
- حضرت رضوی رضی اللہ عنہا۔
- حضرت ریحانہ[3] رضی اللہ عنہا۔
- حضرت سلمی رضی اللہ عنہا۔
- حضرت ماریہ[4] رضی اللہ عنہا
- حضرت میمونہ[5] بنت سعد رضی اللہ عنہا
- حضرت میمونہ[6] بنت ابو عسیب رضی اللہ عنہا۔

---

[1] روایان حدیث سے ہیں۔ (اصابہ)

[2] سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں رضوی، میمونہ بنت سعد تینوں کو آزاد فرما دیا تھا۔ (اصابہ)

[3] ان کا ذکر ازواج مطہرات اور باندیوں کے ضمن میں ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

[4] امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ماریہ نامی تین عورتوں کا ذکر فرمایا جو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندیاں تھیں۔

(۱) ماریہ قبطیہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ۔

(۲) ام الرباب ماریہ

(۳) ماریہ جدہ مثنیٰ بن صالح

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اصابہ جلد ۴ حرف المیم و استیعاب ج ۴)

[5] اصحاب سنن اربعہ نے ان سے روایت کی ہے۔ (اصابہ)

[6] والد کا نام ابو عنبسہ بھی مروی ہے (اصابہ)

- حضرت ام ضمیرہ رضی اللہ عنہا ۔
- حضرت ام عیاش[1] رضی اللہ عنہا ۔ ایک روایت میں ان کا نام ام عباس بھی آیا ہے ۔
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں ۔
- حضرت رقیہ[2] رضی اللہ عنہا ۔

مغلطائی نے اپنی سیرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خُدّام، غلاموں اور لونڈیوں کا بتفصیل ذیل ذکر کیا ہے ۔

خُدّام

- حضرت انس[3] رضی اللہ عنہ ● حضرت ہند رضی اللہ عنہ ۔

---

1. ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لونڈی بیان کیا ہے ۔ ابن ماجہ میں ان سے حدیث مروی ہے ۔ (اصابہ)
2. رقیہ بنت زید بن حارثہ والدہ کا نام ام کلثوم تھا ۔ امامہ ان کی بہن تھیں ۔ (اصابہ)
3. انس بن مالک بن نضر انصاری ابوحمزہ کنیت تھی ۔ کثیرالروایت صحابی ہیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ جلوہ آراء ہوئے تو ان کی عمر دس سال تھی ۔ ان کی والدہ نے ان کو خدمت کے لئے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا ۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو از راہِ مزاح "اے دو کانوں والے" کہہ کر پکارتے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس برس خدمت کی ۔ آپ نے ان کے لئے کثرتِ مال، کثرتِ اولاد اور جنت کی دعا فرمائی ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے دو دعاؤں کی قبولیت تو میں نے دیکھ لی ہے ۔ تیسری یعنی جنت کی امید کرتا ہوں ۔ بصرہ میں سکونت اختیار فرمالی تھی اور وہیں وصال پایا ۔ وصیت فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال مبارک میری زبان کے نیچے رکھ کر مجھے دفن کیا جائے ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ۔ بصرہ میں انتقال فرمانے والے آپ آخری صحابی تھے ۔ (اصابہ)

- حضرت اسماء رضی اللہ عنہ
  یہ دونوں حارثہ کے بیٹے تھے اور بنی اسلم سے تھے۔[1]
- حضرت ربیعہ بن کعب[2] رضی اللہ عنہ۔ ان کے ذمہ وضو کرانا تھا۔
- حضرت ابن مسعود[3] رضی اللہ عنہ۔ نعلین اقدس سنبھالتے تھے۔
- حضرت عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ یہ خچر مبارک لے کر چلتے تھے۔
- حضرت بلال[4] رضی اللہ عنہ

---

[1] ان دونوں بھائیوں نے عرصہ دراز تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی۔ دونوں بھائی صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ ابن سعد نے واقدی سے نقل فرمایا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کا وصال اسی برس کی عمر میں ۶۶ھ کو بصرہ میں ہوا۔ (اصابہ)

[2] ربیعہ بن کعب بن مالک: ابو فراس کنیت تھی اہل صفہ سے تھے۔ سفر میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہتے۔ ۶۳ھ میں وصال پایا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت میں آپ کی معیت طلب کی تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کثرت سجود کا حکم دیا۔ (استیعاب)

[3] قدیم الاسلام تھے۔ دونوں ہجرتوں میں شرکت فرمائی۔ کثیر الروایت تھے۔ نعلین شریف کے علاوہ مسواک اور سرہانہ مبارک بھی آپ کی تحویل میں ہوتا۔ ۳۲ھ میں انہوں نے کوفہ میں وفات پائی۔ (اصابہ)

[4] والد کا نام رباح والدہ کا نام حمامہ تھا۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ راہِ خدا میں بے حد مظالم برداشت کئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد بارگاہ نبوی میں خادمانہ حیثیت سے رہنے لگے۔ موذن وخازنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ وصالِ نبوی کے بعد شام چلے گئے اور وہیں خلافتِ فاروقی میں انتقال فرمایا۔ فضائل مشہورہ اور مناقب کثیرہ کے مالک تھے۔ (اصابہ)

- حضرت سعد[1] مولیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہما -
- حضرت عامر ذو مخمر بن اخی نجاشی رضی اللہ عنہ -
- حضرت بکیر[2] بن شداخ لیثی رضی اللہ عنہ -
- حضرت ابوذر[3] رضی اللہ عنہ
- حضرت اربد[4] رضی اللہ عنہ
- حضرت اسلع[5] رضی اللہ عنہ
- حضرت شریک رضی اللہ عنہ

---

[1] سعد مولیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما : ابن ماجہ اور بغوی نے ان سے حدیث نقل فرمائی -

[2] ان کا نام بکر بھی آیا ہے۔ والد کا نام شداد بھی مذکور ہے - بچپن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی۔ (اصابہ)

[3] ابوذر کنیت، جندب بن جنادہ نام اور قبیلہ بنی غفار سے تھے۔ چوتھے یا پانچویں نمبر پر اسلام لائے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے وطن چلے گئے۔ بدر، احد اور خندق غزوات کے بعد مدینہ منورہ بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد شام تشریف لے گئے۔ آخری عمر ربذہ میں گذاری اور وہیں ۳۲ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ صاحب علم و زہد تھے۔ حق کہنے میں کسی کی پرواہ نہ فرماتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد و تواضع کے نمونہ تھے۔ قلیل غذا پر کفایت فرماتے۔ (استیعاب)

[4] ابن مندہ نے اپنی تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (اصابہ)

[5] اسلع بن کعب بن سعد اعرجی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کے لئے کجاوہ کسنے پر مامور تھے۔ حدیث تیمم ان سے مروی ہے جسے طبرانی نے روایت کیا۔ (اصابہ)

- حضرت اسود بن مالک[۱] اسدی رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت ایمن بن ایمن رضی اللہ عنہ ۔ لوٹا مبارک سنبھالتے تھے ۔
- حضرت ثعلبہ بن عبدالرحمٰن انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت جزء بن جدران[۲] رضی اللہ عنہ
- حضرت سالم رضی اللہ عنہ ۔ بعض کا گمان ہے کہ یہ ابوسلمیٰ[۳] تھے جو چرواہے تھے ۔
- حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہ
- حضرت مہاجر مولیٰ ام سلمیٰ[۴] رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت نعیم بن ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت ابوالحمراء[۵] ہلال بن حارث رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت ابوالسمح ایاد[۶] رضی اللہ عنہ ۔

---

[۱] اسدی یمانی حضرت حدرجان رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے ۔ دونوں بھائی اکٹھے مشرف باسلام ہوئے اور دونوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی ۔ (اصابہ)

[۲] جزء بن جدران بن مالک یمانی (اصابہ)

[۳] ابوسلمیٰ کا نام اصابہ میں حریث مندرج ہے ۔

[۴] ان کی کنیت ابوحذیفہ تھی ۔ فتح مصر میں شامل تھے ۔ آخر عمر میں طویل سکوت اختیار کر لی اور وہیں انتقال فرمایا ۔ آپ سے روایت ہے کہ میں نے کئی سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ۔ آپ نے میرے کئے ہوئے کام کے متعلق کبھی نہ فرمایا کہ ایسا کیوں کیا ؟ اور اگر کوئی کام نہ ہو سکا تو آپ نے کبھی نہ پوچھا کہ کیوں نہیں کیا ۔ (اصابہ)

[۵] گذشتہ صفحات میں ذکر گزر چکا ہے ۔

[۶] نام کی بجائے کنیت سے مشہور تھے ۔ (اصابہ ۔ تحت ایاد)

- حضرت ابو سلام سالم رضی اللہ عنہ[1]۔
- حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ[2]۔
- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مانند انصار سے ایک لڑکے۔
- حضرت امۃ اللہ بنت رزینہ رضی اللہ عنہا
- حضرت ام ایمن برکۃ[3] رضی اللہ عنہا
- حضرت خضرہ[4] رضی اللہ عنہا
- حضرت خولہ جدہ حفص[5] رضی اللہ عنہا
- حضرت رزینہ[6] ام علیلہ رضی اللہ عنہا۔

---

[1] ابو سلام ہاشمی (استیعاب) س پر زبر اور لام پر شد۔ سَلّام (اصابہ) استیعاب اور اصابہ میں ابو سلام کا نام سالم مذکور نہیں۔

[2] امام ترمذی نے شمائل میں اور دارمی نے ان سے یہ حدیث نقل فرمائی۔

طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قِدْرًا وَكَانَ يُعْجِبُ الذِّرَاعَ۔ — "میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ہانڈی پکائی۔ آپ دستی کا گوشت پسند فرماتے تھے۔"

ان کا نام معروف نہیں (اصابہ)

[3] ان کا ذکر قدرے تفصیل سے سابقہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

[4] مختصراً ذکر گزر چکا ہے۔

[5] ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے ان کی روایت نقل فرمائی ہے۔ (اصابہ)

[6] ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں۔ عاشورہ کے دن روزہ کے متعلق ان سے حدیث مروی ہے۔ (اصابہ)

- حضرت سلمٰی[۱] ام رافع رضی اللہ عنہا۔
- حضرت ماریہ[۲] ام رباب رضی اللہ عنہا۔
- حضرت ماریہ جدہ مثنی بن صالح رضی اللہ عنہا۔
- حضرت میمونہ بنت سعد[۳] رضی اللہ عنہا۔
- حضرت ام عیاش[۴] رضی اللہ عنہا۔
- حضرت صفیہ[۵] رضی اللہ عنہا۔

---

۱ طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب حضرت ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کے متعلق حکم خداوندی نازل ہوا تو آپ نے فرمایا۔
"کون زینب کو جا کر خوش خبری دے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح میرے ساتھ کر دیا ہے!
یہ سن کر حضرت سلمٰی خادمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوڑتی ہوئی گئیں اور انہیں خوشخبری دی۔ اس پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے انہیں زمین کا ایک قطعہ عطا فرمایا۔ (اصابہ)

۲ ان سے ابن ہندہ نے حدیث نقل فرمائی۔ (اصابہ)

۳ مختصر ذکر سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

۴ گذشتہ صفحات میں مختصراً ذکر گزر چکا ہے۔

۵ امۃ اللہ بنت زینت نے کسوف کے بارے میں ایک حدیث مرفوع ان سے روایت کی ہے۔ (اصابہ)

سواریاں

(گھوڑے)

- سکبؐ: یہ پہلا گھوڑا تھا جو آپؐ کی ملکیت میں آیا[۲]
- مرتجز[۳]: ایک اعرابی سے خرید فرمایا۔ اس سودے میں حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ گواہ تھے[۴]

[۵] بعض علماء نے درج بالا دو نام ایک گھوڑے کے بتائے ہیں۔

- لزاز: مقوقس ابو البراء نے ہدیۃً پیش کیا۔

---

[۱] س ک ب = سکب۔ ثعلبی کا کہنا ہے جب گھوڑا نہایت تیز رفتار ہو تو اُسے سکب کہا جاتا ہے

[۲] دس اوقیہ کے عوض خرید فرمایا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اس کے ماتھے پر درہم سے زیادہ سفید داغ تھا۔ قریباً نصف پنڈلیوں تک چاروں پاؤں سفید تھے۔ کیت رنگ کا تھا۔ ابن اثیر نے اس کا رنگ سیاہ بیان فرمایا ہے۔ (زرقانی علی المواہب)

[۳] مُ رْ تَ جِ زْ = مُرتجز۔ رجز سے مشتق ہے جو شعروں کی ایک قسم ہے۔ خوبصورت ہنہنانے کے باعث یہ نام پڑ گیا۔ مرتجز کا رنگ سفید تھا۔ (زرقانی)

[۴] نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی شہادت دو مردوں کے برابر قرار دے دی۔ کیونکہ آپ مختار ہیں جس کے لئے جو چاہیں تخصیص فرما دیں۔ (زرقانی)

[۵] لِ زَ ا ز = لزاز۔ لز بالشیء بمعنے لزق بہ یعنے چمٹ جانا۔ کیونکہ یہ مطلوب کو نہایت سرعت سے آ لیتا گویا اس سے چمٹا ہوا ہے اس لئے لزاز کہلایا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر خوش ہوتے۔ غزوہ بدر میں آپؐ اسی پر سوار تھے۔ (زرقانی)

- ظرف۔ ربیعہ بن براءؓ[1] نے ہدیتاً پیش کیا۔
- ورد[2] حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ہدیہ گزارا۔[3]
- نحیف[4]۔ بعض نے اس کا نام لحیف (لام کے ساتھ) بیان فرمایا ہے۔
- یعسوب۔ بعض علماء نے گھوڑوں میں یہ نام بھی ذکر فرمایا ہے۔[5]

---

[1] طبری میں ہے کہ یہ گھوڑا فروہ بن عمر جذامی نے ہدیۃً پیش کیا۔ (حاشیہ تلقیح)
مواہب اور زرقانی میں ہے کہ ربیع بن ابی ابراء نے لحیف ہدیۃً پیش کیا۔

[2] وَرْد = ورد کا معنے زردی مائل سرخ گھوڑا۔ (منجد)

[3] آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا انھوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں صدقہ کردیا۔ (زرقانی)

[4] اس کے درج ذیل نام منقول ہیں:
۱، ۲ - لُحَیف بصیغہ تصغیر یا بروزنِ رَغیف۔
۳، ۴ - لخیف خاء کے ساتھ۔ بصیغہ تصغیر یا بروزن رغیف۔
۵ - خلیف
۶ - نحیف۔
(زرقانی)

[5] مواہب اور زرقانی میں درج بالا گھوڑوں کے علاوہ مزید گھوڑوں کے نام بھی درج ہیں۔ تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اُونٹنی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُونٹنی کا نام قصواء[1] تھا۔ اسی کو عضباء اور جدعاء بھی کہا جاتا تھا[2]

ابن سعد نے بیان فرمایا کہ اس کے کان کا ایک کنارہ کٹا ہوا تھا اس وجہ سے اس کا نام جدعاء ہے۔ عربی میں کٹ جانے کو جدع کہتے ہیں۔

ہمارے استاد ابن ناصر نے فرمایا نہ اُس کا کان پورا کٹا ہوا تھا نہ ہی کان کا کوئی حصّہ۔

ابن سعد نے جو اس نام کی وجہ بتائی وہ بھی لغت عرب کے مطابق نہیں۔ کیونکہ عربی میں جدعاء اس کو کہتے ہیں جس کا کان جڑ سے کٹا ہوا ہو۔ جیسا کہ ثعلب نے بیان کیا۔

خچر

آنحضرت سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک خچر تھا جس

---

[1] سفرِ ہجرت میں قصواء ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری تھی۔ آپؐ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو درہم کے عوض خرید فرمائی۔ وصالِ نبویؐ کے بعد تک حیات رہی۔ بقیع میں چرا کرتی تھی اور خلافتِ صدیقی میں فوت ہوئی۔ حدیبیہ اور فتح مکہ کا سفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر فرمایا۔

زرقانی

[2] ایک قول کی رو سے قصواء عضباء اور جدعاء تین اونٹنیاں تھیں۔

کے نام شہبا[1] اور دلدل تھے۔

درازگوش

آپؐ کے درازگوش کا نام یعفور[2] تھا۔

---

[1] خچر کا نام دلدل تھا۔ شہبا اس کی رنگت کے باعث نام تھا۔ شہباد کے معنے ہیں وہ جس کی سفیدی سیاہی پر غالب ہو۔ مقوقس والیٔ حبشہ نے ہدایا میں یہ بھی بھیجا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر سوار ہوتے۔ آپؐ کے وصال مبارک کے بعد تک یہ زندہ رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر سوار ہو کر خوارج سے جنگ کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ تھا۔ آخر عمر میں کبرسنی کے باعث دانت گر پڑے تھے اور نظر جاتی رہی۔ ینبع کے مقام پر ت ہوا۔ (زرقانی) مواہب و زرقانی میں اس کے علاوہ بھی خچروں کے نام درج ہیں۔

[2] ی ع ف و ر یعفور۔ یعفور ہرن کے بچے کو کہا جاتا ہے۔ اپنی تیز رفتاری کے باعث یہ درازگوش یعفور کہلایا۔ فروہ بن عمرو جذامی نے ہدیۃً بارگاہِ نبویؐ میں پیش کیا۔ واقدی کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حجۃ الوداع سے واپسی پر فوت ہوا۔ یہ بھی مروی ہے کہ وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دن یعفور نے اپنے آپ کو ابن ہیثم کے کنوئیں میں گرا لیا۔ وہی کنواں اس کی قبر بنا۔

(زرقانی)

غلام[1]

- حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ
- حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ
- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ
- حضرت ابو کبشہ اوس رضی اللہ عنہ : ان کو سلیم بھی کہا جاتا تھا۔ مکہ مکرمہ کے مولدین سے تھے۔
- حضرت انسہؓ جبل سراۃ کے رہنے والے تھے۔
- حضرت شقران رضی اللہ عنہ : ان کا نام صالح حبشی یا فارسی تھا۔
- حضرت رباح رضی اللہ عنہ۔ یہ وہ ہیں کہ جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے مشربہ میں اجازت لی۔
- حضرت نوبی رضی اللہ عنہ۔
- حضرت یسار رضی اللہ عنہ : انہیں قبیلہ عرنہ کے لوگوں نے شہید کر دیا۔
- حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ : ان کا نام اسلم تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے اور نام بھی مذکور ہیں قبطی تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامان پر مامور رہے۔
- حضرت کرکرۃ رضی اللہ عنہ۔
- حضرت ابو موہیبہ رضی اللہ عنہ : مزینہ کے مولدین سے تھے۔

---

[1] مصنف علیہ الرحمۃ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو دوبارہ یہاں بیان فرمایا۔ ماقبل ان کے حالات مناسب تفصیل سے حواشی میں درج کئے جا چکے ہیں۔ لہٰذا اب اعادے کی ضرورت نہیں۔

- حضرت رافع الوالبی رضی اللہ عنہ : ان کا نام ابو رافع بھی مذکور ہے ۔
- حضرت مدعم رضی اللہ عنہ :
- حضرت رفاعہ بن زید جذامی رضی اللہ عنہ
- حضرت زید جدِ ہلال بن یسار رضی اللہ عنہ
- حضرت عبید بن عبدالغفار رضی اللہ عنہ
- حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ : ان کے نام میں اختلاف ہے ۔ طہمان ، کیسان ، مہران ، زکوان ، مروان اور احمر وغیرہ مروی ہیں ۔
- حضرت مابور قبطی رضی اللہ عنہ
- حضرت واقد رضی اللہ عنہ
- حضرت ابو واقد رضی اللہ عنہ
- حضرت ہشام رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت ابو ضمیرہ سعد رضی اللہ عنہ : ان کے نام روح بن سندر اور ابن شیرزاذ جیری بھی آئے ہیں ۔
- حضرت حنین جدِ ابراہیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم ۔
- حضرت ابو عسیبہ رضی اللہ عنہ : ان کا نام میم کے ساتھ بھی آیا ہے ۔ ان کا نام احمر یا مرۃ تھا ۔
- حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت اسلم بن عبید رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت افلح رضی اللہ عنہ
- حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ
- حضرت باذام رضی اللہ عنہ ۔

- حضرت بدر رضی اللہ عنہ
- حضرت حاتم رضی اللہ عنہ
- حضرت دوس رضی اللہ عنہ
- حضرت رویفع رضی اللہ عنہ
- حضرت زید بن مولی رضی اللہ عنہ
- حضرت سعید بن یزید رضی اللہ عنہ
- حضرت ضمیرہ بن ابی ضمیرہ رضی اللہ عنہم
- حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ
- حضرت اسلم رضی اللہ عنہ
- حضرت غیلان رضی اللہ عنہ
- حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ
- حضرت قفیر رضی اللہ عنہ
- حضرت کریب رضی اللہ عنہ
- حضرت محمد بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ۔
- حضرت محمد آخر رضی اللہ عنہ۔ مدینی نے فرمایا ان کا نام ناہیہ تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نام کو محمد سے بدل دیا۔
- حضرت مکحول رضی اللہ عنہ
- حضرت نافع ابو السائب رضی اللہ عنہ
- حضرت نبیہ رضی اللہ عنہ : یہ سرات کے مولدین سے تھے۔
- حضرت نعیک رضی اللہ عنہ
- حضرت نفیع ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

- حضرت ہرمز ابوکیسان رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت وردان رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت یسار رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت ابو اثیلہ رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت ابوالبشیر رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت ابوصفیہ رضی اللہ عنہ ۔
- حضرت ابوقیلہ رضی اللہ عنہ
- حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوالقیط رضی اللہ عنہ
- حضرت ابو ہند رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوالیسیر رضی اللہ عنہ

لونڈیاں

- حضرت سلمی ام رافع رضی اللہ عنہا۔
- حضرت رضوی رضی اللہ عنہا۔
- حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا۔
- حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہا: انہیں ریحانہ سریہ بھی کہا جاتا ہے۔
- حضرت سائبہ رضی اللہ عنہا۔
- حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا۔
- حضرت ماریہ کی بہن قیصر رضی اللہ عنہا۔
- حضرت ام ضمیرہ رضی اللہ عنہا۔
- ابو عبیدہ نے فرمایا، آپؐ کی ایک خوب صورت لونڈی تھی جو کسی جنگ میں قید ہو کر آئیں
- ایک اور لونڈی جو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالے عنہا نے آپؐ کو ہبہ کی تھی۔

منائح[1]

عجوہ ۔ زمزم ۔ سقیا ۔ برکہ ۔ ورسہ ۔ اَطلال ۔ اطراف ۔

انہیں ابن ام کلثوم[2] چرایا کرتے تھے ۔ (طبری)

مغلطائی نے اس عنوان منائح کے ساتھ "من غنم" زیادہ کیا ہے اور ناموں میں یہ اختلاف درج فرمایا ہے ۔

عجرہ نام عجوہ کی بجائے نقل فرمایا ۔ غوثہ یا غیثہ ۔ یمن ۔ قمر اور دو مزید نام درج کئے ۔

ابن حبان نے ذکر فرمایا کہ آپ کی بکریوں کی تعداد ایک سو تھی ۔

ابن سعد نے فرمایا ۔ بکری کا نام عجوہ تھا جیسا کہ طبری نے نقل کیا نہ کہ عجرہ جس طرح مغلطائی نے لکھا ۔ نیز نام اِطلال اور اِطراف ۔ (الف کے زیر کے ساتھ) نہ اَطلال اور اَطراف جیسا کہ طبری نے اپنی تاریخ میں درج کئے ۔

---

[1] یہ منیحہ کی جمع ہے ۔ لغت میں منیحہ اُس دودھ والی بکری یا گائے کو کہتے ہیں جو مالک کسی دوسرے آدمی کی تحویل میں دیدے تاکہ وہ اس کا دودھ پیتا رہے ۔ جب دودھ خشک ہو جائے مالک واپس لے لے ۔ منائح کا لفظ اگرچہ گائیوں کو بھی شامل ہے ۔ لیکن مراد اس سے یہاں صرف بکریاں ہیں ۔ (زرقانی)

[2] مصنف علیہ الرحمۃ نے طبری کے حوالے سے چرواہے کا نام ابن ام کلثوم لکھا ہے ۔ لیکن طبری کے ترجمہ اردو میں ابن ام ایمن درج ہے صفحہ ۳۰ ج ۱ ۔ اور مواہب مع زرقانی میں ام ایمن رضی اللہ عنہا تحریر ہے ۔ ص ۳۹۲ ج ۳ ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

شیردار اُونٹنیاں

حناء۔ سمراء۔ عریس۔ سعدیہ۔ بغوم۔ یسیرہ۔ ریّا۔ مہرہ۔ شقراء۔
بردہ۔ (طبری)

انہیں حضرت یسار رضی اللہ عنہ چرایا کرتے تھے جنہیں عرینیوں نے شہید کر دیا تھا۔ ابن عینیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اونٹنیاں دس کی بجائے بیس تھیں۔

ابن سعد نے ریّا نام کی بجائے دبّا ذکر فرمایا ہے۔

سمراء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت تھی اور عریس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی۔

مہرہ نامی اونٹنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بنی عقیل کے اونٹوں سے بھیجی تھی۔ عزیرہ اور بردہ نامی اونٹنیاں بھی تھیں۔ بردہ کا دُودھ بہت زیادہ تھا۔ دو اونٹنیوں کے برابر اس اکیلی کا دُودھ ہوتا۔ اونٹنیوں میں کوئی اس کی مثل نہ تھی ضحاک بن سفیان نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ ہدیتاً پیش کی۔

دبّا اور شقراء کو بنی عامر کے بازار سے خرید فرمایا۔

تلواریں

قُلعیا[1] صحراء کے موضع قلع کی جانب منسوب ہے۔

بتار[2]۔ حتف[3]۔ مخزم[4]۔ رشوب[5]۔ عضب[6]۔ ذوالفقار[7]۔ (طبری)

مغلطائی نے اپنی سیرت میں ماثور[8] ذکر کی۔

کمانیں

روحاء۔ بیضاء۔ صفراء۔

ان کے علاوہ آپ کے تین نیزے تھے جن کے اسماء پر ہمیں مطلع نہ ہو سکا۔ (طبری)

---

[1] قَ لَ عِ یّ = قلعی

[2] بَ تَّ ا رَ = بتار۔ اس کے معنی ہیں قطع کرنے والی (زرقانی)

[3] حَ تْ ف = حتف۔ حتف کے معنی موت ہے۔ (زرقانی)

[4] مواہب و زرقانی مخذم (ذال کے ساتھ) درج فرمایا ہے۔ م خ ذ م = مخذم

[5] مواہب اور زرقانی میں رسوب نام درج ہے۔ رَ سُ و ب = رسوب۔ اس کا معنے گہرائی تک پہنچ کر ٹھہرنے والی۔

[6] عَ ضْ ب = عضب کا معنے ہے سیف قاطع۔ (زرقانی)

[7] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور ترین تلوار مبارک تھی۔ غزوۂ بدر میں غنیمت سے آپ کو ملی۔ آپ اس تلوار کو ہر جنگ میں ساتھ رکھتے۔ (زرقانی)

مغلطائی نے اپنی سیرت میں نیزوں اور کمانوں کے نام ذکر فرمائے ہیں۔ نیزے آپ کے چار اور کمانیں چھ تھیں:۔

روحاء ۔ صفراء ۔ شوحط ۔ کتوم ۔ زوراء ۔ سداد ۔

انہوں نے بیضا کا ذکر نہیں کیا ۔

ابن سعد نے نقل فرمایا ۔ بنی قینقاع کے ہتھیاروں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین نیزے اور تین کمانیں ملیں ۔ ایک کمان کا نام روحاء تھا ۔ دوسری کا نام شوحط جسے بیضا بھی کہا جاتا ۔ تیسری کا رنگ زرد تھا اسے صفراء کے نام سے پکارا جاتا اور نبع درخت سے بنی تھی ۔

نیزے

مثوی ۔ مثنی ۔ ان کے علاوہ دو اور تھے ۔ (سیرت مغلطائی)

ڈھالیں

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ڈھال تھی جس میں مینڈھے کے سر کی تصویر تھی ۔ آپ نے اسے ناپسند فرمایا ۔ ایک روز صبح کے وقت ملاحظہ فرمایا تو قدرتِ الٰہی سے وہ تصویر مٹ چکی تھی ۔ (طبری)

مغلطائی نے سیرت میں دو ڈھالیں مزید ذکر کی ہیں:۔

زلوق ۔ فتق

لہ یہ اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے وراثت میں ملی ۔

(زرقانی)

زِرہیں

سعدیہ[۱] : فعقنہ فروہ بن عمرو نے بطور ہدیہ پیش کی۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادی۔

ذات[۲] الفضول ۔ ذات الوشاح[۳]۔ ذات الحواشی[۴]۔ بترا[۵] ۔ یہ نام اس کے چھوٹا ہونے کے باعث تھا۔

سعدیہ[۶] : سعدیہ کے مقام پر بنی اس نسبت سے اس کا نام سعدیہ ہے۔

خرنق[۷] : خرگوش کے بچے کے پر یہ نام[۸] رکھا گیا ۔ یہ چمڑے کی تھی۔

○

---

[۱] بتراء مؤنث ابتر ہے جس کے معنے ہیں مقطوع کٹا ہوا۔

[۲] خرگوش کے بچے کو عربی زبان میں خرنق کہا جاتا ہے۔

ہجرت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔
نبی پاک مکہ مکرمہ سے پیر کو نکلے اور اسی روز مدینہ شریف جلوہ فرما ہوئے۔ امام زہری نے فرمایا پیر کے دن ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو مدینہ منورہ آئے۔ ایک قول کے مطابق دوسری اور ایک قول کی رو سے اس روز بارہویں تاریخ تھی۔ ابن سعد کا کہنا ہے کہ اسی پر اجماع ہے۔

بقول ابن اسحاق آپ مدینہ طیبہ اس وقت داخل ہوئے جب سورج خوب بلند ہو چکا تھا اور دوپہر ہونے کو تھی۔ ایک روایت ہے آپ رات کو داخلِ مدینہ طیبہ ہوئے۔ یہ روایت برقی سے مروی ہے۔ امام بخاری نے ہجرت کے باب میں جو حدیث روایت کی اس سے ابن اسحاق کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] بخاری شریف میں ان الفاظ سے روایت ہے:-

وَسَمِعَ الْمُسْلِمُوْنَ بِالْمَدِيْنَةِ بِمَخْرَجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ فَكَانُوْا يَغْدُوْنَ كُلَّ غَدَاةٍ إِلَى الْحَرَّةِ فَيَنْتَظِرُوْنَهٗ حَتّٰى يَرُدَّهُمْ حَرُّ الظَّهِيْرَةِ فَانْقَلَبُوْا يَوْمًا بَعْدَ مَا أَطَالُوْا اِنْتِظَارَهُمْ فَلَمَّا أَوَوْا إِلٰى بُيُوْتِهِمْ أَوْفٰى رَجُلٌ مِنْ يَهُوْدَ عَلٰى أُطُمٍ مِنْ آطَامِهِمْ لِأَمْرٍ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَبَصُرَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ مُبَيَّضِيْنَ يَزُوْلُ بِهِمُ السَّرَابُ فَلَمْ يَمْلِكِ الْيَهُوْدِيُّ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۱۲۰ پر)

ہجرت ماہِ ربیع الاوّل میں ہوئی لیکن ہجری سن کی ابتداء ربیع الاوّل کی بجائے محرم سے ہے۔ کیونکہ وہ سال کا پہلا مہینہ ہے۔

روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ آئے تو قباء میں کلثوم بن ہدم کے ہاں ٹھہرے۔ جب حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت سعد بن خزیمہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے آئے۔

دوسری روایت کے مطابق آپ کا قیام تو حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ کے ہاں ہی رہا لیکن لوگوں سے عام ملاقات کے لیے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھر آجاتے۔

زہری فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں دس راتوں سے کچھ اوپر ٹھہرے۔

عروہ کا قول ہے کہ قباء میں آپ نے تین راتیں قیام فرمایا۔ پھر جمعہ کے دن سوار

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۹ سے آگے) اَنْ قَالَ بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ یَامَعَاشِرَ الْعَرَبِ ھٰذَا جَدُّکُمُ الَّذِیْ تَنْتَظِرُوْنَ۔ جلد اوّل ۵۵۴۔۵۵۵۔

ترجمہ:۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت کے متعلق سُن رکھا تھا۔ چنانچہ ہر روز صبح کے وقت ہی گھروں سے باہر آکر انتظار کرنے لگتے۔ دوپہر کی گرمی انہیں واپس گھروں میں آنے پر مجبور کر دیتی۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد جب گھروں کو لوٹ چکے۔ ایک یہودی نے اپنے کسی کام کے لئے قلعہ پر چڑھ کر دیکھا تو اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھ لیا جو سفید لباسوں میں ملبوس تھے ان کی حرکت سے سراب کا وہم جاتا رہا۔ یہودی بے اختیار بلند آواز سے پکار اٹھا "اے عربیو! یہ تمہارے سردار آ رہے ہیں جن کا تمہیں انتظار تھا"۔

ہُوئے ۔ اور بنی سالم کے پاس آپ کا گزر ہُوا ۔ آپ نے اس قبیلہ میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی ۔ یہ پہلا جمعہ ہے جو مدینہ منورہ آنے پر آپ نے ادا فرمایا ۔ پھر آپ بنی سالم سے اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپ کی اُونٹنی چلی ۔ یہاں تک کہ بنی بخار میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے گھر کی نچلی منزل میں قیام فرمایا اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اُوپر والی منزل میں رہنے لگے ۔ مسجد شریف اور حجرات مبارکہ کی تعمیر تک آپ نے وہاں قیام فرمایا ۔

○

ہجرتِ نبویؐ کے بعد وقوع پذیر مشہور واقعات

سن وار

سالِ اوّل اس سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اور حجراتِ شریفہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ حجرات تعمیر ہونے تک حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔ پھر آپؐ ان حجرات میں منتقل ہو گئے۔

- ابوامامہ اسعد بن زرارہ کا انتقال ہوا۔ حلق کا درد جان لیوا ثابت ہوا۔
- مہاجرین اور انصار میں مواخات کرائی۔
- حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان ملاحظہ فرمائی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔
- اسی سال حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

سالِ ثانی کعبہ معظمہ قبلۂ نماز قرار پایا:
محمد بن حبیب ہاشمی روایت کرتے ہیں کہ نصف شعبان منگل کے دن ظہر کی نماز میں تحویلِ قبلہ کا حکم آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بنی سلمہ میں حضرت ام بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے وہاں طعام تناول فرمایا۔ ظہر کی نماز اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مسجد قبلتین میں ادا فرمائی۔ جب دوسری رکعت کے قیام تک بجانب شام رُخ کر کے ادا فرما چکے تو دوسری رکعت کے رکوع میں تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ آپؐ نے وہیں کعبہ کی جانب رُخ فرما لیا۔

صفیں بھی آپ کے پیچھے روبقبلہ ہوگئیں ۔ اس طرح یہ نماز پوری ہوئی ۔ بدیں وجہ یہ مسجد مسجد قبلتین کہلاتی ہے ۔

- اسی سال غزوہ بدر ہوا ۔
- حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا ۔
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی لیکن واقدی کے بقول رخصتی پہلے سال ہوئی ۔ ہمارے شیخ کا ارشاد ہے کہ قول اول اصح ہے ۔
- حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے ۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا ۔
- رمضان کے روزے فرض ہوئے ۔ ایک قول کے مطابق روزوں کا حکم ہجرت کے اٹھارہویں مہینہ کی ابتداء میں شعبان میں نازل ہوا ۔
- صدقہ فطر واجب ہوا ۔
- اس سے پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو رمضانوں کے روزے رکھے ۔

سالِ ثالث

اس سال حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما ازواج نبوی میں داخل ہوئیں ۔

- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد ہوا ۔
- حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے ۔
- ابن حبیب ہاشمی فرماتے ہیں اسی سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے پچاس روز بعد اپنی والدہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک میں جاگزین ہوئے ۔

- غزوۂ احد اور غزوہ بنی نضیر وقوع پذیر ہوئے۔
- غزوہ احد کے بعد شراب حرام ہوئی۔

سالِ رابع

- غزوہ ذات الرقاع وقوع پذیر ہوا۔
- سفر میں نمازِ قصر کا حکم ہوا۔
- بقول واقدی حضرت امام حسین بن حضرت علی رضی اللہ عنہما متولد ہوئے۔
- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح فرمایا۔
- ابن حبیب کے قول کے مطابق اس سال اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوا اور آیت تیمم نازل ہوئی۔

سالِ خامس

- غزوات دومۃ الجندل، خندق اور بنی قریظہ پیش آئے۔
- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح نبوی ہوا۔
- عورتوں کے لئے پردہ کا حکم ہوا۔

سالِ سادس

- غزوہ حدیبیہ اور غزوہ بنی مصطلق وقوع پذیر ہوئے۔
- اہلِ افک نے حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازیبا باتیں کہیں۔

واقدی کا کہنا ہے کہ بنی مصطلق کا غزوہ پانچ ہجری میں پیش آیا۔ اسی میں اہلِ افک نے باتیں بنائیں۔ ابن ابی کہنے لگا:

لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ الخ "ہم اگر مدینہ پہنچ گئے تو باعزت لوگ ذلیل افراد کو نکال دیں گے۔"

- ابن حبیب کے بقول اسی سال سورج گرہن لگا۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ایک آدمی نے نمازِ کسوف کا اعلان کیا اور آپ نے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو نماز پڑھائی۔

- نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں کی پہلی دوڑ کرائی جس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گھوڑا جیت گیا۔
- حضرت خولہ رضی اللہ عنہ دربارِ نبویؐ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اُن کے خاوند اوس بن صامت نے اُن سے ظہار کیا ہے۔
- رمضان المبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش کے لئے دُعا فرمائی اور بارش ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:

اَصْبَحَ النَّاسُ بَیْنَ مُؤْمِنٍ بِاللّٰہِ کَافِرٍ بِالْکَوَاکِبِ وَمُؤْمِنٍ بِالْکَوَاکِبِ کَافِرٍ بِاللّٰہِ۔ [۱]	"لوگوں نے صبح کی اس حال میں کہ کچھ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور ستاروں کی الوہیت کے منکر ہیں اور کچھ ستاروں کی الوہیت پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں۔"

سالِ سابع

- غزوہ خیبر واقع ہوا۔
- خیبر سے فراغت کے بعد بکری کے گوشت میں سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث نے آپؐ کو زہر دیا۔
- ابن سعد کا کہنا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] بخاری شریف میں ہے کہ حدیبیہ کے مقام پر رات کو بارش ہوئی۔ نمازِ صبح کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کی جانب رُخ فرما کر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ان تک پہنچایا۔ ملاحظہ ہو بخاری ص ۱۴۱ ج ۱۔ حدیبیہ کا سفر ذو قعدہ ۶ھ کو ہوا۔ ممکن ہے یہ دو دفعہ ارشاد فرمایا ہو ایک بار ماہ رمضان ۶ھ میں اور دوسری بار ذو قعدہ ۶ھ میں۔ واللہ اعلم بالصواب

نے اُسے قتل کرادیا۔

- اسی سال حضرت ام حبیبہ، حضرت میمونہ بنت حارث اور حضرت صفیہ بنت حُیّ رضی اللہ عنہن عقدِ نبوی سے مشرف ہُوئیں۔
- شاہ مقوقس کا ایلچی حاطب ابن ابی بلتعہ حاضرِ خدمت ہُوا۔ اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا جن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ متولد ہوئے، دلدل نامی خچر اور یعفور نامی دراز گوش خدمتِ اقدس میں لایا۔
- حبشہ سے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب واپس آئے۔
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

سالِ ثامن

اسلامی لشکر موتہ کو روانہ کیا گیا جہاں حضرت زید بن حارثہ حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

- اکثر روایات کی رُو سے حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہم اس کے اوائل میں ماہ صفر میں حلقہ بگوش اسلام ہُوئے۔ ابن ابی خیثمہ نے بیان فرمایا کہ حضرت خالد اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہما ہجرت کے پانچویں سال ایمان لائے۔
- حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جنگ ذات السلاسل کو روانہ ہوئے۔
- حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا۔ مکہ رمضان المبارک میں فتح ہُوا۔
- حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہُوئے۔
- حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہُوا۔
- غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف وقوع پذیر ہُوئے۔

- حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل نے اسلام قبول فرمایا۔
- ابن حبیب فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی۔ انہوں نے اپنی باری حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سپرد فرما دی اور آپؐ نے رجوع فرما لیا۔
- اسی سال گرانی ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہِ نبویؐ میں عرض کیا کہ بھاؤ مقرر فرما دیجئے۔[1]
- حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جنبی ہوئے تو آپ نے بحالت جنابت اپنے ساتھیوں کی امامت فرمادی۔[2]

---

[1] یہ حدیث پاک مسند احمد، دارمی (کتاب البیوع) ابن ماجہ (تجارات) ابوداؤد (البیوع) ترمذی (البیوع) وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ مقاصد حسنہ ص۱۸۴ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشیاء کے نرخ مقرر نہ فرمائے۔

[2] حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے اس واقعہ کی تفصیل اس طرح درج فرمائی ہے۔

"عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ ایک سرد رات میں مجھے احتلام ہو گیا۔ اس وقت میں ذات السلاسل کے جہاد پر تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو مر جاؤں گا اس لئے میں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی۔ اس کا تذکرہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تو آپ نے فرمایا عمرو تو نے جنابت کی حالت میں ساتھیوں کو نماز پڑھا دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تقتلوا انفسکم۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا جواب سن کر ہنس دیئے اور کچھ نہیں فرمایا۔" تفسیر مظہری ترجمہ اردو ص۵۳ ج ۳

- حضرت محلم بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے عامر بن اضبط کو قتل کر دیا جس پر آیت کریمہ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ الخ نازل ہوئی [۱]۔

سال تاسع | غزوہ تبوک پیش آیا۔

غزوہ سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا واقعہ ظہور پذیر ہوا جن کے حق میں وَعَلَی الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا آیت کریمہ نازل ہوئی۔

- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر حج بنا کر روانہ کیے گئے۔
- حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کا انتقال ہوا۔
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی موت کی خبر دی۔
- پے در پے وفود آئے اس لئے اس کا نام سنۃ الوفود پڑ گیا۔
- بقول واقدی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس نہ جائیں گے۔

---

[۱] حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو مسلمانوں کے ایک جہادی دستہ کے ساتھ بھیجا۔ مجاہدین میں ابو قتادہ اور محلم بن جثامہ بن قیس لیثی بھی شامل تھے۔ اتفاقاً ہماری طرف سے عامر بن اضبط اشجعی گذرا اور سلام کیا۔ محلم نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ کی اطلاع دی تو ہمارے متعلق قرآن یعنی اس آیت کا نزول ہوا۔

(ترجمہ مظہری صفحہ ۲۲۲ ج ۳)

ابن حبیب فرماتے ہیں مروی ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جانور ذبح فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُسے ازواج مطہراتؓ میں تقسیم فرمالیا۔ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں ان کا حصہ ارسال فرمایا تو انہوں نے زیادہ کا مطالبہ فرمایا۔ اس پر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تین گنا بڑھا دیا۔ اب تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن مزید طلب فرمانے لگیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے پاس ایک ماہ تک نہ آؤں گا۔

- اسی سال آپ نے فرمایا ۔

لَا تَدْخُلُوْا عَلٰی ھٰؤُلَآءِ الْمُعَذَّبِیْنَ ۔[1] "ان عذاب شدہ لوگوں کے گھروں میں سکونت اختیار نہ کرو۔"

- مسلمانوں نے اسی سال اپنے ہتھیار فروخت کر دیئے اور کہنے لگے نزولِ حضرت مسیح علیہ السلام تک جہاد منقطع ہو چکا ہے۔[2]
- نیز مسجد ضرار کو منہدم کرنے کا حکم آیا۔

---

[1] بخاری ص ۶۳۷ ج ۱ ص ۶۲ ج ۲۔ غزوہ تبوک کے دوران لشکر اسلام کا نزول حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کی جائے سکونت حجر پر ہوا تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے کنوئیں سے پانی بھر لیا اور اس سے آٹا گوندھ لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو گروا دینے کا حکم دیا۔ کیونکہ یہ وہ علاقہ تھا جہاں عذاب الٰہی نازل ہوا تھا۔

[2] یہ خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع فرمایا اور فرمایا:

"میری اُمت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر جہاد کرتی رہے گی تا آنکہ دجال ظاہر ہو۔"

(اُردو ترجمہ طبقات ابن سعد ص ۵۱۵ ج ۱)

سالِ عاشر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع فرمایا۔ ہجرت کے بعد یہ پہلا حج تھا۔ بعثت سے پہلے اور بعد آپؐ نے کئی حج فرمائے جن کی تعداد معلوم نہیں۔

- ہجرت کے بعد آپؐ نے دو عمرے ادا فرمائے۔ پہلا عمرۃ القضاء۔ دوسرا غزوہ حنین کے بعد جس کے لئے احرام جعرانہ سے باندھا۔ تیسرا عمرہ حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا۔ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے ادا فرمائے۔
- حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لختِ جگر نے انتقال فرمایا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔
- سورہ النصر (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ) نازل ہوئی۔
- حج کے بعد آپؐ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے سنہ۱۰ھ سال کے ذی الحج کے بقیہ ایام اور سنہ۱۱ھ کے محرم، صفر اور ربیع الاول کے بارہ دن یہیں اقامت پذیر رہ کر وصال فرمایا۔

مدینہ منورہ میں آپؐ کا قیام پورے دس سال رہا۔

غزوات و سرایا[1]

ان کی تعداد میں علماء کا اختلاف ہے۔ یہاں ابن سعد کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

● سریہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما[2]

ہجرتِ نبویؐ کے ساتویں مہینے کی ابتداء میں قافلۂ قریش کو روکنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ یہ پہلا سریہ ہے۔

● سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ[3] ۔ وادی رابغ کی طرف روانہ ہوا۔

---

[1] مسلمانوں کا وہ جنگی لشکر جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے گئے ہوں اُسے غزوہ کہا جاتا ہے جس کی جمع غزوات ہے اور وہ لشکر جن میں ... نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس شریک نہ ہوئے انہیں سریہ کہا جاتا ہے اس کی جمع سرایا ہے۔

[2] لشکرِ اسلام میں صرف تیس مہاجرین تھے اور لشکرِ کفار کی تعداد تین سو (۳۰۰) تھی۔ تاریخ اسلام کا پہلا علم جو کسی لشکرِ اسلام کے لئے تیار کیا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا۔ اس کا رنگ سفید تھا۔ فریقین کی صف بندی ہو چکی تھی کہ مجدی بن عمرو نے حائل ہو کر قتال نہ ہونے دیا۔ کفار کے لشکر کا سردار ابوجہل تھا۔

[3] مسلمانوں کی تعداد ۶۰ لشکرِ کفار کی تعداد دو سو تھی۔ مسلمانوں کے لئے لواء سفید تیار کیا گیا جس کو حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ اُٹھائے ہوئے تھے۔ دونوں طرف سے تیراندازی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۱۳۲ پر)

• سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ [۱]

خرار کی جانب روانہ کیا گیا۔

• غزوہ ابواء [۲]

اسے غزوہ ودان بھی کہا جاتا ہے۔ یہ پہلا غزوہ ہے جو قافلہ قریش کو روکنے کے لئے روانہ ہُوا۔

• غزوہ بُواط [۳] اس کا مقصد بھی قافلہ قریش کو روکنا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱ سے آگے) ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تیر اندازی کی ابتداء کی۔ تاریخِ اسلام کا پہلا تیر جو راہِ خدا میں کفار کی طرف پھینکا گیا۔ آپ کا ہی تھا۔ کفار کا سپہ سالار ابوسفیان یا عکرمہ تھا۔

[۱] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بیس مہاجرین پر یہ جماعت مشتمل تھی۔ ان کے علم کا رنگ سفید تھا اور علمبردار حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ قافلہ قریش کو روکنے کے لئے یہ جماعت ترتیب دی گئی لیکن قافلہ بچ کر نکل گیا۔ ہجرت کے نویں مہینے یہ سریہ پیش آیا۔

[۲] آغاز سفرِ ہجرت کے گیارہویں مہینے وقوع پذیر ہُوا۔ مسلمانوں کے علم بردار حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما تھے علم کا رنگ سفید تھا۔ قتال کی نوبت نہ آئی۔ اسی غزوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی ضمرہ کے سردار سے صلح کا تحریری معاہدہ فرمایا۔ لشکرِ اسلام بارہ روز کے بعد مدینہ منورہ واپس ہُوا۔

[۳] بواط مدینہ منورہ سے اڑتالیس میل دُور ہے۔ ہجرت کے تیرہویں مہینے ربیع الاوّل کی ابتداء میں یہ لشکر قافلہ قریش کا راستہ روکنے کے لئے روانہ ہُوا۔ مسلمانوں کی تعداد دو سو تھی۔ اور ان کا علم سفید تھا اور علمبردار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ کفار کا سردار امیہ بن خلف تھا۔ ان کی تعداد ایک سو تھی اور اڑھائی ہزار اونٹ اُن کے ہمراہ تھے۔ قتال کی نوبت نہ آئی۔

● غزوہ برائے تلاش کرز بن جابر[1]

یہ مہم غزوہ بدر اولیٰ بھی کہلاتی ہے۔ کرز مدینہ منورہ سے مویشی لوٹ کر لے گیا تھا۔

● غزوہ ذات العشیرۃ[2]۔

اس کا نام ذات العسیرۃ بجائے شین کے سین سے بھی مروی ہے۔ قافلہ قریش کو روکنے کے لئے روانہ ہُوا۔

● سریہ حضرت عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ[3]۔

نخلہ کی جانب بھیجا گیا۔

---

[1] مدینہ منورہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرما کر آپ کرز کی تلاش میں نکلے۔ آپ کا جھنڈا سفید تھا جسے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اُٹھائے ہوئے تھے۔ کرز بھاگ گیا اور آپ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

[2] جمادی الاخریٰ ہجرت کے سولھویں مہینے وقوع پذیر ہُوا۔ مدینہ میں حضرت ابو سلمٰی بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرما کر ڈیڑھ سو یا دو سو مہاجرین کے ساتھ آپ مدینہ طیبہ سے نکلے لشکرِ اسلام میں کل تیس اونٹ تھے جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باری باری سواری کرتے۔ قافلہ قریش جو مال سے لدا ہُوا تھا بچ کر نکل گیا۔ اسی غزوہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب کنیت عطا ہوئی۔ علم نبوی سفید تھا اور علم بردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (طبقات)

[3] نخلہ مکہ مکرمہ کے قریب ابن عامر کا باغ تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بارہ مہاجرین کے ہمراہ نخلہ کی جانب روانہ ہوئے تاکہ دشمن کی راہ میں گھات لگائیں۔ ابن حضرمی اس میں قتل ہُوا اور مسلمان دو قیدی اور مالِ غنیمت لے کر مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ (طبقات)

● غزوۂ بدر[1]

● سریہ حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ۔[2]
کافرہ عورت عصما بنت مروان کے قتل کی غرض سے روانہ کیا گیا۔

---

[1] بدر دراصل کنوئیں کا نام ہے جو اس مقام پر تھا۔ بعد میں اس جگہ کا نام بدر پڑ گیا (حاشیہ تلخیص)
۱۲ رمضان ۲ھ کو مسلمان مدینہ طیبہ سے نکلے تا کہ قافلہ قریش کا راستہ روکیں۔ مسلمانوں کی تعداد ۳۰۵ = ۷۴ مہاجرین + ۲۳۱ انصار تھی۔ مزید آٹھ آدمیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غنیمت سے حصہ دیا۔ اسی طرح بدری صحابہ کی تعداد ۳۱۳ ہو گئی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ اور اوس کا علم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ سب سے بڑا جھنڈا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ کفار کی تعداد نو سو پچاس تھی۔ ان کا سردار ابو جہل تھا۔ ۱۰ رمضان المبارک کو معرکہ کارزار گرم ہوا جس کے نتیجہ میں کفار ستر قیدی اور ستر مقتول چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں میں سے چودہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (طبقات) قرآن مجید میں اس کو یوم الفرقان کہا گیا ہے۔ جنگ کے میدان میں یہ مسلمانوں کی اولین اور واضح فتح ہے جس نے ثابت کر دیا کہ اسلام دنیا میں سربلند ہو کر رہے گا۔

[2] عصماء بنت مروان ایک کافر شاعر عورت تھی جو اسلام اور ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کیا کرتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۵ رمضان المبارک ۲ھ کو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کے لئے مامور فرمایا یہ نابینا تھے۔ یہ اس کے گھر میں داخل ہوئے اس کے دودھ پیتے بچے کو گود سے جدا فرمایا اور تلوار سینے پر رکھ دی جو جسم سے پار ہو گئی۔ اس مہم کو بخوبی سرانجام دینے پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام عمیر بصیر (بینا) رکھ دیا۔ (طبقات)

● سریہ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ [۱]
ابو عفک یہودی کو قتل کے لئے انہیں بھیجا گیا۔

● غزوہ بنی قینقاع [۲]

● غزوۃ السویق [۳]

---

۱ ابو عفک یہودی سو برس عمر کا شاعر تھا۔ لوگوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت پر اکساتا تھا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی منت مان لی۔ اوائل شوال ۲ھ گرمیوں کی ایک رات کو وہ میدان میں سو رہا تھا کہ انہوں نے اپنی تلوار اس کے جگر سے پار کر دی۔ (طبقات)

۲ بنی قینقاع بہت دلیر اور باہمت یہودی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے صلح کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو انہوں نے حسد کرنا شروع کر دیا اور عہد کو توڑ دیا۔ آپ مسلمانوں کا لشکر لے کر ان کے محاصرہ کے لئے نکلے۔ اس مہم کے علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور علم سفید رنگ کا تھا۔ نصف شوال سے یکم ذوقعدہ ۲ھ تک شدید محاصرہ فرمایا۔ مجبوراً انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مالِ غنیمت میں بہت سا اسلحہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ (طبقات)

۳ بدر میں شکست پر ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے گا تیل استعمال نہیں کریگا۔ اس قسم کو پورا کرنے کی غرض سے ابوسفیان دو سو اور بروایتِ دیگر چالیس سواروں کو لیکر مکہ مکرمہ سے نکلا۔ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر العریض میں پہنچ کر ایک انصاری اور اس کے مزدور کو قتل کر دیا۔ چند مکانات اور گھاس کو آگ لگادی۔ یہ سمجھ کر کہ قسم پوری ہو گئی بھاگ نکلا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس غارتگری کی خبر ہوئی تو دو سو صحابہ کرامؓ کی جماعت لے کر تعاقب کو نکلے مگر دشمن بھاگ گیا۔ پانچ روز اس مہم میں صرف ہوئے۔ اس غزوہ کے لئے مدینہ طیبہ سے مسلمانوں کی روانگی ۵ ذی الحجہ ۲ھ کو ہوئی۔

اس غزوہ میں ابوسفیان اور اس کے ساتھی بھاگتے ہوئے سامان کو ہلکا کرنے کی غرض سے ستوؤں کے تھیلے پھینکتے جاتے اور مسلمان اُنہیں اُٹھاتے جاتے تھے اس لئے اس کا نام غزوۃ السویق پڑ گیا۔ (سویق کا معنے ہے ستو)

- غزوہ قرقرۃ الکدر [۱]
- سریہ قتل کعب بن اشرف [۲]

---

[۱] اس خبر پر کہ قرقرۃ الکدر کے مقام پر قبائل سُلیم اور غطفان کا ایک لشکر جمع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی سرکوبی کے لئے نصف محرم ۳ھ کو مدینہ شریف سے نکلے عَلَم بردار حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مدینہ میں نائب حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تھے۔

لشکرِ اسلام دو سو مجاہدین پر مشتمل تھا۔ دشمن کو اس مقام پر نہ پایا مالِ غنیمت میں پانچ سو اونٹ شامل تھے خمس کے بعد ہر مجاہد کو دو اونٹ حصہ ملا۔ پندرہ روز اس مہم میں صرف ہوئے۔

[۲] کعب بن اشرف ایک یہودی شاعر تھا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہجو کیا کرتا اور مخالفت پر لوگوں کو برانگیختہ کرتا تھا۔ غزوہ بدر کے بعد مکہ معظمہ آیا اور اپنے شعروں سے قریش کی آتشِ انتقام کو بھڑکا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ کون ہے جو کعب سے میرا انتقام لے؟

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے۔ چند دیگر صحابہ کرام کو ساتھ لے کر ۱۴ ربیع الاول ۳ھ کو اس کا کام تمام فرما دیا اور سر کاٹ کر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ اس کے نتیجہ میں یہودی بہت خوفزدہ ہو گئے۔

- غزوہ غطفان [1]
- غزوہ بنی سُلیم [2]
- سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ [3]۔
قردہ جو نجد میں ہے کی طرف روانہ کیا گیا۔

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ بنی ثعلبہ اور محارب کا ایک گروہ ذی امر میں اس غرض سے جمع ہے کہ آپ کو چاروں طرف سے گھیر کر ختم کر دیں اور ان کا سرغنہ دعثور بن حارث ہے۔ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۳ھ کو ۴۵ سوار صحابہ کرام کی ایک جماعت لے کر ان کی سرکوبی کو نکلے۔ جب دشمنوں کو آپ کے کوچ کی خبر ملی وہ بھاگ گئے اور حضرت دعثور رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہو گئے۔

[2] خبر ملی کہ بحران میں بنی سلیم نے لشکر جمع کیا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم کے ساتھ ۶ جمادی الاول سنہ ۳ھ کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ لوگ اپنے اپنے پانی کے مقامات کو منتشر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ واپس تشریف لے آئے۔ اور دس روز تک مدینہ شریف سے باہر رہے۔ (طبقات)

[3] قافلہ قریش کو روکنے کے لئے جمادی الاخری سنہ ۳ھ کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں ایک سو (۱۰۰) سواروں کو روانہ کیا گیا۔ لشکر اسلام نے قافلہ کو جا لیا۔ ان کے بڑے بڑے سردار بھاگ گئے۔ تمام مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت شریف میں پیش کر دیا جو آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔

(طبقات)

● غزوہ احد[1]

● غزوہ حمراء الاسد[2]

---

[1] ۷ شوال ۳ھ کو یہ غزوہ پیش آیا۔ کفار کی تعداد تین ہزار تھی۔ ان میں سات سو زرہ پوش تھے۔ دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے۔ بدر کا بدلہ لینے کے لئے انہوں نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالے عنہ کو مدینہ طیبہ میں نائب مقرر فرمایا اور ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ نکلے۔ آپ نے تین جھنڈے تیار کئے۔ اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو، خزرج کا علم حضرت حباب بن منذر یا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو، مہاجرین کا نشان حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالے عنہ کو عطا فرمایا۔ راہ میں ابن ابی منافق تین سو آدمیوں کو لے کر علیحدہ ہو گیا۔ جنگ میں مسلمانوں سے تقریبًا ستر نے جام شہادت نوش فرمایا اور مشرکین سے تیرہ جہنم رسید ہوئے۔ خود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زخمی ہوئے۔ (طبقات۔ حاشیہ تلقیح)

[2] غزوہ احد کے اگلے روز ۸ شوال کو کفار کے تعاقب کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہدینِ اسلام کو کوچ کا حکم دیا۔ علم حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا۔ حمراء الاسد جو مدینہ منورہ سے آٹھ میل پر ہے، تک دشمن کا تعاقب فرمایا۔ تین روز وہاں قیام فرما کر مدینہ منورہ کی جانب مراجعت فرمائی۔

(طبقات۔ حاشیہ تلقیح)

● سریہ ابی سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ۔[1]

قطن (جو ایک پہاڑ کا نام ہے) کی طرف روانہ کیا گیا۔

● سریہ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ[2]

آپ سفیان بن خالد ہذلی کی طرف روانہ کئے گئے

---

[1] اس خبر ملنے پر کہ طلیحہ اور سلمہ پسران خویلد اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اُبھار رہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو علم جنگ عطا فرمایا اور ڈیڑھ سو مہاجرین و انصار کی جماعت ساتھ کی تاکہ دشمن کی جمعیت کو تیاری سے پہلے ہی پراگندہ کر دیا جائے۔ مسلمانوں نے برق رفتاری سے سفر طے کر کے ان کے علاقہ پر ہلّہ بول دیا۔ لیکن دشمن منتشر ہو چکا تھا۔ لشکر اسلام خیریت سے غنیمت لے کر واپس ہوا۔ اوائل محرم ۴ھ میں یہ مہم بھیجی گئی۔ (طبقات)

[2] سفیان بن خالد اپنی قوم کا سردار تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف لوگوں کو مجتمع کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو اس کا کام تمام کرنے کے لئے روانہ فرمایا تاکہ اس کو جہنم رسید کر دیں۔ آپ اکیلے ہی مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ پہلے باتوں باتوں میں اس کو اعتماد میں لیا اور موقع پا کر اپنی تلوار سے اس کا سر کاٹ کر بارگاہِ نبوی میں پیش کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کامیابی پر بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا اور ایک عصا بطور انعام دے کر فرمایا: "اسے پکڑ کر جنت میں جانا۔"

چنانچہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ ان کے کفن میں عصا مبارک رکھا جائے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ ۵ محرم ۴ھ کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ اٹھارہ روز کے بعد ۲۳ محرم کو واپس ہوئے۔ (طبقات)

● سریہ حضرت منذر رضی اللہ عنہ [۱]

بئر معونہ کی طرف روانہ کیا گیا۔

● سریہ حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ [۲]

چشمہ رجیع کی جانب بھیجا گیا۔

---

[۱] صفر ۴ھ میں ستر قرّاء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو عامر بن مالک کی درخواست پر تبلیغ کے لئے بیر معونہ کی طرف روانہ کیا۔ حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ ان کے امیر تھے۔ کفار کی ایک بہت بڑی جماعت نے انہیں گھیر کر شہید کر دیا۔ صرف ایک صحابی حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بچے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس اندوہناک واقعہ سے بے حد رنج ہُوا۔ شہداء بیر معونہ سے بڑھ کر آپ نے کبھی رنج کا اظہار نہیں فرمایا۔ (طبقات)

[۲] عضل اور القارہ کے کچھ آدمی بارگاہ نبوی میں حاضر ہُوئے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے درخواست کی کہ اپنے صحابہ میں سے کچھ کو ہمارے ہمراہ فرماد یجئے تاکہ ہمیں قرآن مجید پڑھائیں اور مسائل کی تعلیم دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اُن کے ساتھ بھیج دی۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ یا حضرت مرثد بن ابی مرثد کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔ جب یہ قدسی جماعت رجیع پہنچی تو کفار نے ان سے بدعہدی کی سات کو وہیں شہید کر دیا اور تین کو قید کر لیا۔ شہادت پانے والے مسلمانوں میں سے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مکہ کی مشرکہ عورت سلافہ نے قسم کھا رکھی تھی کہ ان کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔ کیونکہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اس کے دو بیٹوں کو احد کے میدان میں قتل کیا تھا۔ دشمن کی دست برد سے بچانے کے لئے ان کی نعش مبارک کی دن کو بھڑوں نے حفاظت کی اور رات کو سیلاب اُن کے جسد اطہر کو بہا کر لے گیا۔ دشمن تین قیدیوں کو فروخت کرنے کی غرض سے لے کر مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑے۔ مرالظہران کے مقام پر ان میں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۱۴۱ پر)

• غزوہ بنی نضیر [1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۰ سے آگے) ان میں سے عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو دشمنوں کی بندش سے آزاد کر لیا۔ کفار نے انہیں سنگسار کر کے شہید کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ نے خرید کر تنعیم کے مقام پر شہید کر دیا۔ مدینہ منورہ سے یہ جماعت اوائل صفر ۴ھ کو روانہ کی گئی۔

[1] ربیع الاول ۴ھ کو یہ غزوہ پیش آیا۔ بنی نضیر یہودی تھے جو مدینہ کے مضافات میں آباد تھے۔ مسلمانوں سے انہوں نے صلح کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ سریہ منذر جو بیر معونہ کی جانب بھیجا گیا تھا اس سے بچنے والے صحابی حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپسی میں غلطی سے دو کلابیوں کو قتل کر دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی دیت ادا کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں گفتگو کے لئے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی نضیر کے ہاں تشریف لائے۔ لیکن انہوں نے بدعہدی کر کے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے ناپاک ارادے کی اطلاع دے دی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً وہاں سے چلے آئے۔ ان کو بدعہدی کی سزا دینے کے لئے آپ نے انہیں جلاوطنی کا حکم دے دیا۔ اور دس روز کی مہلت دی۔ جواباً انہوں نے منافقین اور دیگر کفار سے گٹھ جوڑ شروع کر دی۔ اس پر آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا جو پندرہ روز تک جاری رہا۔ بہت سا اسلحہ آپ کے ہاتھ لگا اور یہودی جلاوطن ہو گئے۔ اس معرکہ کے علمبردار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

(طبقات)

● غزوہ بدر الموعد ۴ھ
● غزوہ ذات الرقاع ۵ھ
● غزوہ دومۃ الجندل ۵ھ

۱ھ غزوہ احد سے واپسی پر کفارِ مکہ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا تھا کہ اگلے سال بدر کے مقام پر پھر جنگ ہوگی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کی تعداد ڈیڑھ ہزار اور کفار کی تعداد دو ہزار تھی۔ مسلمانوں کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحویل میں تھا۔ مسلمانوں نے یکم ذی قعدہ سے ۸ ذی قعدہ ۴ھ تک بدر الصفراء میں قیام کیا اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔

۲ھ مدینہ منورہ آنے والے ایک تاجر نے خبر دی انمار اور ثعلبہ مقابلے کے لئے لشکر جمع کر رہے ہیں۔ اس پر آپؐ چار سو یا سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو سوائے عورتوں کے کسی کو نہ پایا۔ دشمن پہاڑ کی چوٹیوں پر بھاگ گیا تھا۔ آپؐ نے عورتوں کو قیدی بنا لیا۔ اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ خوف پڑھائی۔ یکم محرم ۵ھ کو یہ مہم روانہ ہوئی اور تقریباً ایک مہینہ اس میں صرف ہوا (طبقات)

۳ھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ دومۃ الجندل میں ایک بہت بڑی جماعت مدینہ منورہ پر حملے کے لئے جمع ہے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے پندرہ دن کی مسافت پر ہے۔ آپ ۲۵ ربیع الاوّل ۵ھ کو ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ رات کو سفر فرماتے اور دن کو آرام تاکہ دشمن کو خبر نہ ہونے پائے۔ دشمن جس وقت کوچ کر رہا تھا آپ نے انہیں آلیا۔ کچھ اونٹ اور چرواہے مالِ غنیمت میں آئے باقی فرار ہوگئے۔ چند روز وہاں قیام کے بعد آپ عازم مدینہ طیبہ ہوئے اور ۲۰ ربیع الآخر کو مدینہ شریف پہنچے۔

• غزوہ مریسیع[۱]

مریسیع کفار کے ایک کنوئیں کا نام تھا۔ اسے غزوہ بنی مصطلق بھی کہا جاتا ہے۔

• غزوہ خندق[۲]

---

[۱] بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے اپنی قوم اور دیگر زیر اثر قبائل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی دعوت دی اور تیاری شروع کر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی اطلاع پا کر ۲ شعبان ۵ھ کو مدینہ طیبہ سے مسلمانوں کا لشکر لے کر ان کی سرکوبی کو روانہ ہوئے اور المریسیع پہنچ کر دشمن کے خلاف صف بندی فرمائی۔ پہلے تیروں کا تبادلہ ہوا اور ازاں بعد حملۂ عام کا حکم دے دیا۔ مشرکین سے دس قتل ہوئے اور باقی گرفتار۔ مسلمانوں سے ایک نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا اس معرکہ میں قید ہوئیں اور آزاد ہو کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ اس غزوہ میں مہاجرین کا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ غزوہ سے واپسی پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا اور آیت تیمم نازل ہوئی۔ اس مہم پر اٹھائیس روز صرف ہوئے۔ لشکر اسلام غرہ رمضان کو مدینہ طیبہ واپس پہنچا۔

[۲] مدینہ منورہ سے جلا وطن یہودی قبیلہ بنی نضیر نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کی خاطر کفار مکہ سے گفت و شنید شروع کر دی۔ ایک معاہدہ کے تحت مدینہ منورہ پر حملہ کا منصوبہ تیار کیا جس میں تمام مشرک قبائل کو شامل کر لیا۔ کفار کی تعداد دس ہزار تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے کے مطابق مدینہ طیبہ کے گرد خندق کھودنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ بعجلت تمام کفار کی آمد سے

• غزوہ بنی قریظہ [1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۳ سے آگے) قبل خندق تیار کر لی گئی۔ مسلمان تعداد میں تین ہزار تھے۔ لشکرِ کفار نے خندق کے باہر ڈیرہ ڈال دیا۔ یہ رکاوٹ اُن کے لئے اجنبی تھی۔ ایک روز خندق کے تنگ مقام سے عمرو بن عبدِوُد اور چند کفار اندر گھس آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلوار نے جب عمرو بن عبدِوُد کو واصلِ جہنم کیا تو باقی کفار بھاگ کر اپنے لشکر میں چلے گئے۔ اس غزوہ میں ایک روز مسلمان ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز نہ ادا کر سکے۔ بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ ان کو قضا کیا۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی اس طرح مدد فرمائی کہ لشکرِ کفار میں مختلف قبائل ایک دوسرے پر بد اعتمادی کرنے لگے۔ نیز ایک شدید آندھی آگئی جس نے کفار کے خیمے اور کھانے کے برتن تک اُلٹ دیئے۔ محاصرے کی طوالت کے باعث کفار پہلے ہی اُکتائے ہوئے تھے۔ طوفان نے انہیں مزید بددل کر دیا اور وہ تتر بتر ہو گئے۔ یہ غزوہ ذی قعدہ ۵ھ کو پیش آیا۔ اس میں چار صحابی شہید ہوئے۔

[1] بنی قریظہ نے مسلمانوں سے کیا ہوا معاہدہ غزوۂ خندق میں پسِ پُشت ڈال کر کفار کا ساتھ دیا۔ خندق سے فراغت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غسل فرمایا اور ابھی آرام سے بیٹھے نہ تھے کہ حکمِ الٰہی کے مطابق مسلمانوں کو بنی قریظہ کی جانب کوچ کا حکم دے دیا۔ وہ جنگ کے لئے بالکل تیار تھے۔ مسلمانوں نے اُن کا محاصرہ کر لیا جو ایک ماہ تک جاری رہا۔ آخر تنگ آکر انہوں نے درخواست کی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جو فیصلہ ہمارے متعلق فرمادیں ہمیں قبول ہوگا۔

چنانچہ انہوں نے فیصلہ فرمایا کہ جو لڑنے والے مرد ہیں وہ قتل کر دیئے جائیں اور باقی کو قیدی بنا لیا جائے۔ اس کے نتیجے میں چھ سات سو کے درمیان قتل ہوئے اور

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۱۴۵ پر)

• سریہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ [1]
یہ قبیلہ قرطاء کی طرف بھیجا گیا۔
• غزوہ بنی لحیان [2]
• غزوہ غابہ [3]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۴ سے آگے) باقی قیدی اور ان کے اموال غنیمت ٹھہرے جس میں پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہیں، دو ہزار نیزے اور ڈیڑھ ہزار ڈھالیں تھیں۔

[1] ۱۰ محرم سنہ ۶ھ کو ۳۰ سواروں پر مشتمل یہ دستہ قبیلہ قرطاء کی جانب روانہ ہوا۔ رات کو کوچ اور دن کو آرام کرتا تاکہ دشمن کو غفلت میں جالیں۔ دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ ایک جماعت مقتول ہوئی باقی نے راہِ فرار اختیار کرلی۔ ڈیڑھ سو اونٹ تین ہزار بکریاں غنیمت میں آئیں۔ انیس دن کے بعد ۲۹ محرم کو یہ دستہ واپس مدینہ منورہ پہنچا۔

[2] دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل لشکر لے کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی لحیان کی گوشمالی کو نکلے۔ تیزی سے قطع مسافت کرتے ہوئے منزلِ مقصود کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ دشمن کو خبر ہوگئی چنانچہ وہ پہاڑوں کی بلندیوں پر بھاگ گئے۔

[3] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیس دودھ دینے والی اونٹنیاں غابہ کے مقام پر چرتی تھیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان کے چرواہے تھے۔ چالیس سواروں کے ہمراہ عیینہ بن سفیان نے ان پر حملہ کردیا۔ حضرت ابوذرؓ کے لڑکے کو شہید کردیا اور اونٹنیاں لیکر فرار ہو گیا۔ مسلمانوں کے لشکر کو لے کر آپ غابہ کی جانب روانہ ہوئے۔ علمبردار حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے، بھاگتے ہوئے دشمن پر حملہ کردیا کچھ کو واصلِ جہنم کیا اور باقی فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ دس اونٹنیاں ان سے چھین لیں باقی دس لیکر وہ فرار ہوگئے۔ ربیع الاول سنہ ۶ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ مسلمانوں کی تعداد پانچ سو یا سات سو تھی۔

- سریہ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ[۱]
بنی اسد کے چشمہ کی طرف بھیجا گیا۔
- سریہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ[۲]
ذی القصہ کی طرف روانہ کیا گیا
- سریہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ[۳]
یہ بھی ذی القصہ کی جانب بھیجا گیا۔
- سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ[۴]
بنی سُلیم کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا

---

[۱] ربیع الاوّل ۶ھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس صحابہ کو حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں غمر کی جانب بنی اسد کی سرکوبی کیلئے روانہ فرمایا۔ اسمیں جنگ کی نوبت نہ آئی۔ دو سو اونٹ غنیمت میں ملے۔

[۲] دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بنی ثعلبہ اور بنی عوال پر حملہ کی غرض سے بھیجا گیا۔ رات کو یہ دستہ دشمن کے پاس پہنچا۔ ان کی تعداد ایک سو تھی۔ انھوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ تیر اندازی کے بعد نیزوں کی باری آئی۔ مسلمانوں کا خاصا نقصان ہوا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ زخمی حالت میں مدینہ منورہ پہنچے۔

[۳] بنی ثعلبہ اور انمار کے قبائل نے منصوبہ بنایا کہ مدینہ منورہ کی چراگاہ پر حملہ کر کے غارت گری مچائیں۔ ان کے استیصال کیلئے چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ذی القصہ بھیجے گئے۔ یہ دستہ صبح کی تاریکی میں ذی القصہ پہنچا اور ان پر حملہ کر دیا۔ دشمن فرار ہو گیا۔ ایک شخص قیدی بنا جس نے ایمان قبول کر لیا۔ کچھ اونٹ اور اموال و اسباب غنیمت میں آئے یہ ربیع الآخر ۶ھ کا واقعہ ہے۔

[۴] ربیع الآخر ۶ھ ہی میں بنی سُلیم کی جانب جموم کے مقام پر یہ دستہ روانہ ہوا۔ مالِ غنیمت میں اونٹ بکریاں اور قیدی آئے۔

- سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ[1] عیص کی طرف روانہ ہوا۔
- سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ[2] طرف کی جانب بھیجا گیا۔
- سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ[3]

---

[1] جمادی الاولیٰ سنہ۶ھ کو یہ خبر ملی کہ قریش کا قافلہ شام سے آرہا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ستر سواروں کے ہمراہ اس کا راستہ روکنے کے لئے روانہ فرمایا۔ انہوں نے قافلہ کو مع اسباب کے گرفتار کر لیا۔ اس قافلہ میں حضرت ابوالعاص بھی تھے جو حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شوہر تھے۔ یہ بھی قیدیوں میں شامل تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے انہیں پناہ دیدی۔ چنانچہ ان کا مال ان کو واپس کر دیا گیا۔

[2] جمادی الاخریٰ سنہ۶ھ کو یہ مہم چشمہ طرف کو روانہ کی گئی جو مدینہ منورہ سے ۳۶ میل دور ہے۔ وہاں قبیلہ بنی ثعلبہ آباد تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ پندرہ مجاہدین کا دستہ تھا۔ دشمن نے راہِ فرار اختیار کی۔ بیس اونٹ اور بکریاں غنیمت میں آئیں۔

[3] جمادی الاخریٰ سنہ۶ھ کو پیش آیا۔ اس مہم کا سبب یہ ہوا کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ دربارِ قیصر سے واپس آرہے تھے جس نے انہیں خلعت دی تھی۔ جب وہ حسمی میں پہنچے تو قبیلہ بنی جذام کے چند افراد نے انہیں لوٹ لیا۔ جسم کے پرانے کپڑوں کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے دربارِ رسالت میں شکایت کی۔ آپ نے پانچ سو کے لشکر کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ صبح کے وقت اسلامی لشکر نے کفار پر حملہ کیا۔ ایک ہزار اونٹ پانچ ہزار بکریاں اور ایک سو عورتیں اور بچے قیدی پکڑے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد فرمایا اور مال بھی واپس فرما دیا۔

حسمی کی جانب روانہ کیا گیا۔

- سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ[1]
بجانب وادی القری روانہ کیا گیا۔
- سریہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ[2]
دومۃ الجندل کی جانب روانہ کیا گیا۔
- سریہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ[3]
بنی سعد بن بکر کی جانب بھیجا گیا۔

---

[1] رجب ۶ھ کو یہ مہم بھیجی گئی۔

[2] شعبان ۶ھ کو ایک دستہ دومۃ الجندل بھیجا گیا جہاں قبیلہ کلب آباد تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تین روز وہاں اقامت پذیر رہے اور قبیلہ کو دعوت اسلام دی۔ قبیلے کا سردار حضرت اصبغ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور قبیلہ کے بہت سے لوگ مشرف بایمان ہوئے۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے حضرت اصبغ رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت تماضر رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔ جن سے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

[3] شعبان ۶ھ کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں یہ خبر پہنچی کہ بنی سعد یہود خیبر کی مدد کا قصد کر رہے ہیں۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سو افراد کے ہمراہ ان کی گوشمالی پر مامور فرمایا۔

یہ مجاہدین رات کو سفر کرتے اور دن کو قیام فرماتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دشمن کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ کر دیا۔ پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں چھوڑ کر دشمن فرار ہو گیا۔

• سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ [1]

ام قرفہ فاطمہ بنت ربیعہ کے قتل کے لئے وادی قری بھیجا گیا۔

• سریہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ [2]

ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کے قتل کی غرض سے روانہ ہوا۔

• سریہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ [3]

اسیر بن زارم یہودی کے قتل کے لئے خیبر بھیجا گیا۔

---

[1] حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کی طرف جا رہے تھے کہ رستہ میں بنی فزارہ کے کچھ لوگوں نے اُن پر حملہ کر دیا۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے۔ صحت ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں کی سرکوبی کے لئے ایک دستہ انہی کی سرکردگی میں روانہ فرمایا۔ انہوں نے صبح کے وقت کفار پر دھاوا بول دیا اور انہیں شکست دی۔ ام قرفہ کو نہایت سختی سے قتل کیا۔ اس طرح کہ اُس کے پاؤں میں رسی باندھ کر دو اُونٹوں کے ساتھ اس کو باندھ دیا اور اُونٹوں کو تیز دوڑایا گیا جس سے اُس کا جسم دو حصوں میں کٹ گیا۔ یہ مہم رمضان المبارک ۶ھ کو روانہ کی گئی۔

[2] ابو رافع نے خیبر میں ایک لشکر جمع کیا تا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ جاں نثاروں کو منتخب فرمایا تا کہ اُسے منصوبہ پر عملدرآمد سے پہلے قتل کر دیں۔ یہ صحابہؓ رات کے سناٹے میں اس کے مکان میں داخل ہوئے اور اُسے قتل کر دیا۔ شور مچنے پر یہ جماعت ایک نالے میں روپوش ہوگئی۔ دو روز کی روپوشی کے بعد عازم مدینہ طیبہ ہوئی۔

[3] ابو رافع کے قتل کے بعد اسیر بن زارم یہودیوں کا سردار قرار پایا۔ اس نے بھی مسلمانوں پر حملہ کا منصوبہ بنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوال ۶ھ کو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسے قتل کرنے پر مامور فرمایا۔ اسیر سمیت تیس یہودی اس مہم میں کام آئے۔

● سریہ حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ [۱]
عرنیین کے تعاقب میں روانہ کیا گیا۔

● سریہ حضرت عمرو بن امیہ حضرت سلمہ بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما [۲]
دونوں حضرات ابوسفیان کو قتل کرنے کے لئے مکہ معظمہ بھیجے گئے۔

---

[۱] قبیلہ عرینہ کے آٹھ آدمی دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنی رغبتِ اسلام ظاہر کی۔ مدینہ منورہ کی آب و ہوا اُن کو راس نہ آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے انہیں مدینہ منورہ سے باہر ایک چراگاہ میں رہنے کا حکم دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ تندرست ہو گئے اور اُونٹوں کو ہنکا کر لے گئے۔ اور حضرت یسار رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لڑکے کے ہاتھ پاؤں بے دردی سے کاٹ ڈالے۔ آنکھوں اور ہونٹوں میں کانٹے گاڑ دیئے اور شہید کر دیا۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو خبر ملی تو آپ نے حضرت کرز رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیس سوار اُن کے تعاقب میں روانہ فرمائے۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے۔ زغابہ کے مقام پر قصاص میں اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اور آنکھیں نکلوا کر اُنہیں سُولی پر چڑھایا گیا۔ یہ شوال ۶ھ کا واقعہ ہے۔

[۲] یہ دونوں صحابی زمانۂ جاہلیت کے بہت بڑے بہادر مانے جاتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے دونوں کو ابوسفیان کے قتل پر مامور فرمایا۔ مکہ معظمہ میں داخل ہُوئے اور طوافِ کعبہ کیا تو قریش کو اندیشہ ہُوا۔ لہٰذا انہوں نے مشورے کے بعد ان کو قید کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس وجہ سے یہ دونوں حضرات ابوسفیان کو تو قتل نہ کر سکے۔ لیکن دیگر تین کفار کو واصلِ جہنم کر کے عازم مدینہ منورہ ہو گئے۔

● غزوۂ حدیبیہ[ؑ]

ؑ ذوقعدہ سنہ ۶ھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ مدینہ شریف پر ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو عامل بنایا۔ ڈیڑھ ہزار کے قریب مسلمان ہمراہ تھے۔ تلواروں کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قربانیوں کے اونٹ بھی ساتھ تھے۔ مشرکین مکہ کو آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے آپ کو روکنے پر اتفاق کرلیا۔ حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں نے نمازِ خوف ادا کی۔ کفار اس بات پر آمادہ نہ تھے کہ آپ مکہ معظمہ میں داخل ہوں۔ اور مسلمانوں کا ارادہ عمرہ ادا کرنے کا تھا۔ آخرکار صلح کی بات چیت ہوئی۔ کفار نے چند سفارتیں بھیجیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خراش رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کفار سے بات چیت کے لئے روانہ فرمایا۔ کفار نے ان کو اس رعایت کی پیش کش کی کہ آپ اکیلے طواف کر سکتے ہیں دیگر مسلمانوں کو ہم اجازت نہیں دیں گے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر طواف سے انکار فرمادیا۔

بات چیت میں آپ کو دیر لگ گئی مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ آپ کو شہید کردیا گیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ببول کے ایک پیڑ کے نیچے قصاصِ عثمانی پر بیعت لی جسے بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے۔ آخرکار ایک صلحنامہ تحریر کیا گیا جس کی رو سے یہ طے پایا کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال آئیں اور تین روز تک انہیں قیام کی اجازت ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جاں نثاروں نے قربانیاں کیں اور سر منڈوا کر احرام کھول دیا۔ مدینہ طیبہ واپسی کے سفر میں اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا نازل ہوئی۔

• غزوہ خیبر [1]

---

[1] خیبر مدینہ طیبہ سے ۹۶ میل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے جس میں یہودی آباد تھے۔ مدینہ منورہ سے جلاوطن یہودی بھی وہیں آکر بس گئے۔ یہودیوں کا یہ اجتماع مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی ریشہ دوانیوں میں مصروف رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو سزا دینے کی خاطر جمادی الاولیٰ ۷ھ میں خیبر پر لشکرکشی فرمائی۔ مسلمانوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ اُن کے ہمراہ دو سو گھوڑے بھی تھے۔ مسلمانوں نے اپنی حرکت کو اس خوبی سے پوشیدہ رکھا کہ خیبر پہنچنے تک یہودیوں کو خبر نہ ہوئی۔ جب صبح کو کھیتوں کی طرف جانے لگے تو اسلامی لشکر دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ یہیں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر میں جھنڈے تقسیم فرمائے۔ آپؐ کے پاس جو جھنڈا تھا اس کا نام عقاب تھا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چادر سے بنایا گیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حباب رضی اللہ عنہ کو بھی جھنڈے عطا کئے گئے۔ خیبر میں یہودیوں کے کئی قلعے تھے جن میں وہ محصور ہو گئے۔ ایک ایک کر کے تمام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اسی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کو قتل کیا اور اس قلعہ کو فتح فرمایا۔ مسلمانوں کے کُل سترہ افراد شہید ہوئے اور یہودیوں کے ترانوے ۹۳ آدمی مارے گئے۔

یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کر دیا گیا۔ اسی غزوہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قیدی ہو کر آئیں۔ آپ یہودیوں کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے نکاح فرمالیا۔

● سریہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔[1]
عبلاء کے نواح تربہ کی طرف یہ دستہ روانہ کیا گیا۔
● سریہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ[2]
بنی کلاب کی سرزنش کے لئے نجد بھیجا گیا۔
● سریہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ
فدک کی جانب روانہ کیا گیا۔
● سریہ حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ

---

[1] شعبان ۷ھ کو تربہ کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوازن کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ آپ کے ساتھ تیس مجاہدین تھے۔ ہوازن کو مسلمانوں کے آنے کی خبر ہوگئی اور وہ بھاگ گئے۔

[2] یہ دستہ شعبان ۷ھ کو بھیجا گیا۔ دشمن کے کچھ افراد قتل ہوئے اور کچھ قید۔ مسلمانوں کو فتح ونصرت نصیب ہوئی۔

[3] تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل یہ دستہ بھی شعبان ۷ھ کو بھیجا گیا۔ ان کا ہدف قبیلہ بنی مرہ تھا جو فدک میں آباد تھا۔ قبیلہ کے افراد اپنے اونٹ اور بکریاں چھوڑ کر جنگلوں کو چلے گئے تھے۔ مسلمان انہیں لے کر واپسی کا سفر کر رہے تھے کہ قبیلہ کے افراد نے ان پر حملہ کر دیا اور اپنے جانور چھین کر لے گئے۔

[4] بنی عوال اور بنی عبد بن ثعلبہ کی طرف یہ مہم رمضان المبارک ۷ھ کو بھیجی گئی۔ حضرت غالب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمراہ ایک سو تیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ ان کے رہبر حضرت یسار رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے۔ مسلمانوں نے اچانک اُن پر حملہ کر دیا جو سامنے آیا موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اونٹ اور بکریاں مالِ غنیمت میں آئیں۔

میفعہ کی طرف بھیجا گیا۔

- سریہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ [1] ۷ھ

یمن اور جبار کی جانب روانہ کیا گیا۔

- عمرۃ القضیہ ۷ھ [2]

- سریہ حضرت ابن ابی عوجاء رضی اللہ عنہ ۷ھ [3]

---

[1] کفار کے ایک اجتماع کی خبر ملی جو مسلمانوں پر حملے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ شوال سنہ ۷ھ کو ان کی سرکوبی کے لئے تین سو افراد پر مشتمل لشکر روانہ ہُوا۔ بہت سے اُونٹ اور دو قیدی غنیمت کے مال میں آئے۔ قیدیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُنہیں آزاد فرما دیا۔

[2] حدیبیہ میں جو عمرہ قضاء ہُوا تھا اُس کی ادائیگی کے لئے دو ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمراہ ذی قعدہ سنہ ۷ھ کو روانہ ہوئے۔ مُسلمانوں نے اپنے ہتھیار ہمراہ لے لئے۔ ذوالحلیفہ سے مسلمانوں نے احرام باندھا۔ اہلِ مکہ کو جب مسلمانوں کی آمد کی خبر ملی تو انھوں نے شہر خالی کر دیا۔ مسلمان ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قصواء اُونٹنی پر سوار تھے۔ اسی پر آپؐ نے طواف اور سعی فرمائی۔ مروہ کے پاس جانوروں کو ذبح کیا گیا۔ مکہ معظمہ میں مسلمانوں کا قیام تین روز رہا۔ اسی دوران آپؐ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا۔

[3] پچاس آدمیوں کی یہ جماعت ذی الحجہ سنہ ۷ھ کو روانہ ہوئی۔ ان کا ہدف بنو سلیم تھے۔ بنو سلیم کا ایک جاسوس حضرت ابن ابی عوجاء رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔ اس نے اپنے قبیلہ کو مسلمانوں کی آمد سے مطلع کر دیا۔ چنانچہ جب مسلمان وہاں پہنچے تو دشمن پوری طرح تیار تھے۔ مقابلہ میں مسلمانوں کو جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ حضرت ابن ابی عوجاء رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہو گئے۔ بمشکل مدینہ طیبہ واپس پہنچے۔

بنی سلیم کی طرف روانہ کیا گیا

● سریہ حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ[1]

بنی ملوح کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔

● سریہ حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ[2]

فدک کی جانب بھیجا گیا جہاں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھی شہید ہوئے تھے۔

● سریہ حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ[3]

---

[1] صفر سنہ ۸ھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت بنی ملوح پر حملہ کی غرض سے بھیجی جو کدید میں سکونت پذیر تھے۔ مسلمانوں نے ان پر اچانک حملہ کر کے ان کے جانور قابو میں کر لئے اور روانگی اختیار کر لی۔ تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے سنبھالا پاکر مسلمانوں کا تعاقب شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی کہ سیلاب دونوں گروہوں کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس طرح مسلمان ان کے جوابی حملہ سے محفوظ رہے۔

[2] پیچھے مذکور ہوا ہے کہ شعبان سنہ ۷ھ میں فدک پر مسلمانوں نے ایک حملہ کیا۔ لیکن مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کے ازالہ کے لئے دو سو جاں نثاروں کا دستہ صفر سنہ ۸ھ کو روانہ کیا گیا۔ جن کے سپہ سالار حضرت غالب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کو بارگاہِ نبویؐ سے علم بھی مرحمت ہوا۔ یہ صبح منہ اندھیرے دشمن پر جا پڑے۔ کچھ کو تہ تیغ کیا فتح ونصرت اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔

[3] یہ مہم ربیع الاول سنہ ۸ھ کو بھیجی گئی۔ مسلمانوں کی تعداد چوبیس تھی۔ انھوں نے صبح سویرے دشمن کی غفلت میں ان پر حملہ کر دیا۔ بہت سے اونٹ اور بکریاں بھی غنیمت میں ملیں۔

بنی عامر کی سرزنش کے لئے روانہ کیا گیا۔

● سریہ حضرت کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ [۱]

وادی قری سے آگے ذات اطلاح کی طرف بھیجا گیا۔

● سریہ موتہ [۲]

اس میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

---

[۱] پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل یہ جماعت ربیع الاوّل ۸ھ کو روانہ ہوئے۔ دشمن کثیر تعداد میں تھا۔ سخت مقابلہ کے بعد سوائے ایک کے سب نے جام شہادت نوش فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ کو بہت رنج ہوا۔

[۲] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہ بصری کے پاس ایک قاصد روانہ فرمایا جسے رستہ میں شرحبیل بن عمرو غسانی نے شہید کر دیا۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں روانہ کیا گیا اور انہیں ایک سفید جھنڈا بارگاہ رسالت سے مرحمت ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ثنیۃ الوداع پر خدا حافظ کہا۔ اور وصیت فرمائی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سپہ سالار ہوں گے۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی شہادت کی صورت میں مسلمان کسی کو اپنا امیر بنالیں بمقابل پر دشمن کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ گھمسان کا رن پڑا مسلمان خوب ہمت سے لڑے۔ یکے بعد دیگرے حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ آخر کار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تمام حجابات اللہ تعالیٰ نے دور فرما دیئے اور آپ مدینہ منورہ میں میدان کارزار ملاحظہ فرمانے لگے۔ (طبقات) حضرت خالد بن ولید کمال مہارت سے اسلامی لشکر کو دشمنوں کے نرغے سے نکال لائے۔

• سریہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ[۱]

ذات السلاسل کی طرف بھیجا گیا جو وادی قریٰ سے آگے ہے۔

• سریہ خبط[۲]

اس کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔ دوران سفر لشکر کو فاقہ کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے درختوں کے پتوں سے پیٹ بھرے۔ اللہ تعالےٰ نے سمندر سے ان کے لئے ایک عظیم الجثہ مچھلی نکال دی۔

• سریہ حضرت ابو قتادہ بن ربعی انصاری[۳]

مقام خضرہ کی طرف بھیجا جو نجد کے علاقہ میں قبیلہ محارب کی قیام گاہ تھی۔

---

[۱] اس اطلاع پر کہ قضاعہ نے ایک لشکر مسلمانوں پر حملہ کے لئے تیار کیا ہے، جمادی الآخر ۸ھ کو تین سو مہاجرین و انصار پر مشتمل ایک لشکر فرمایا جس کے سپہ سالار حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے ہمراہ دو جھنڈے سفید و سیاہ تھے۔ جب یہ لشکر دشمن کے قریب ہُوا تو معلوم ہُوا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ بارگاہ نبوی میں مزید کمک کی درخواست کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید دو سو افراد حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زیر نگرانی بھیجے جن میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھی جھنڈا عطا ہُوا۔ مسلمانوں نے مل کر دشمن کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔

[۲] یہ لشکر رجب ۸ھ کو روانہ ہُوا اور اس کی تعداد تین سو (۳۰۰) تھی۔ جنگ کی نوبت نہ آئی۔

[۳] اس میں مسلمانوں کی تعداد پندرہ تھی۔ جنگ میں جو مسلمانوں کے سامنے آیا تہ تیغ ہُوا۔ مال غنیمت میں دو سو اونٹ دو ہزار بکریاں آئیں۔

- سریہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ [1]
وادی اِضم کی جانب بھیجا گیا۔
- غزوہ فتح [2]

---

[1] رمضان المبارک ۸ھ کو آٹھ افراد پر مشتمل یہ دستہ روانہ کیا گیا۔ قتال کی نوبت نہ آئی۔ بعد میں یہ لوگ فتح مکہ کی جانب روانہ لشکر سے مل گئے۔

[2] صُلح حدیبیہ کے بعد بنو بکر قریش کے حلیف بنے اور بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا۔ شعبان ۸ھ میں بنو بکر نے قریش سے مل کر بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا جو مسلمانوں کے حلیف تھے اور اُن کے بیس آدمی قتل کر دیئے۔ اس طرح کفارِ مکہ نے معاہدۂ حدیبیہ کو پامال کر دیا۔ اس پر آپؐ نے کفارِ مکہ پر حملہ کا فیصلہ فرمالیا۔ چنانچہ رمضان المبارک ۸ھ کو دس ہزار نفوس قدسی کا لشکر جرار مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود امیرِ لشکر تھے۔ مدینہ منورہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمادیا۔ قدید کے مقام پر مختلف قبائل کو جھنڈے عطا کئے گئے۔ مرالظہران پر پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس ہزار مقامات پر رات کو آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ کفارِ مکہ کو پتہ چلا تو بہت سراسیمہ ہوئے۔

اسلامی لشکر مکہ مکرمہ میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کچھ کفار نے مقابلہ کیا جو بالآخر فرار ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف فرمایا اور اُسے تمام بُتوں سے پاک فرمادیا۔ جب ظہر کا وقت آیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور مسلمانوں نے نماز ادا کی۔
۲۰ر رمضان ۸ھ جمعہ کے دن مکہ معظمہ فتح ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں پندرہ روز قیام فرمایا اور نمازِ قصر ادا فرماتے رہے۔

• سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ[1]

عزیٰ بُت کو توڑنے کے لئے روانہ کیا گیا جو نخلہ میں نصب تھا اور اُن کا سب سے بڑا بُت تھا۔

• سریہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ[2]

قبیلہ ہذیل کے بُت سواع کو منہدم کرنے کے لئے بھیجا گیا۔

• سریہ سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ[3]

مشلل میں منات کو گرانے کے لئے بھیجا گیا جو قبائل اوس، خزرج اور غسان کا معبود تھا۔

---

[1] حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ۲۵ر رمضان ۸ھ کو عزیٰ کے انہدام کے لئے بھیجا گیا۔ آپ نے ایک برہنہ، سیاہ اور بکھرے بالوں والی عورت کو قتل کیا۔

[2] یہ مہم بھی رمضان ۸ھ کو بھیجی گئی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بُت کو پاش پاش کر دیا۔ خزانہ کی کوٹھڑی سے کچھ نہ ملا۔ بُت کا محافظ مسلمان ہو گیا۔

[3] فتح مکہ کے دن یہ مہم روانہ کی گئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب بُت کی جانب بڑھے تو ایک سیاہ برہنہ پراگندہ بالوں والی عورت نکلی۔ آپ نے اُسے واصلِ جہنم فرمایا اور آپ کے ساتھیوں نے بُت کو توڑ دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہمراہی بیس[۲۰] مجاہدین تھے۔

[4] شوال ۸ھ کو بنی خذیمہ کو دعوتِ ایمان دینے کی غرض سے یہ مہم روانہ کی گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب اُن کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ لیکن

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۱۶۰ پر)

کنانہ کی شاخ بنو غذیمہ کی جانب روانہ کیا گیا۔

● غزوۂ حنین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۹ سے آگے) آپ نے اُن کو قید کر لیا۔ کچھ مجاہدین نے اُن کے حکم سے چند قیدیوں کو قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب یہ اطلاع ملی آپ نے مقتولین کا خون بہا ادا فرمایا اور نقصان کی تلافی فرمائی۔

لہ فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف کے قبائل نے باہمی اتفاق سے مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کا منصوبہ تیار کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ۶ شوال ۸ھ کو بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے مکہ معظمہ سے نکلے۔ آپؐ نے مختلف قبائل کی شاخوں میں جھنڈے تقسیم فرمائے۔ مسلمانوں کا لشکر جب وادیٔ حنین کے تنگ راستوں پر پہنچا تو کفار نے اُن پر اچانک حملہ کر دیا۔ مسلمان سراسیمہ ہو کر بھاگنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سفید خچر دلدل پر سوار ثابت قدم رہے۔ آپ کے ساتھ چند جاں نثار بھی ڈٹے رہے جن میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو بلائیں۔ ان کی پکار پر مسلمان دوبارہ مجتمع ہو گئے اور کفار پر شدید حملہ کر دیا۔ کفار گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے جو تہ تیغ ہونے سے بچے کچھ قیدی ہوئے اور باقی فرار ہو گئے۔ چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قیدی انہیں واپس فرما دیئے۔ باقی مال تقسیم فرما دیا اور نومسلموں کی تالیفِ قلب کے لئے ان کو زیادہ حصہ دیا۔

اس کو غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں۔ حنین ایک وادی کا نام ہے جو مکّہ معظمہ سے تین راتوں کی مسافت پر ہے۔ وہاں یہ معرکہ ہوا۔

● سریہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ [1]
عمرو بن دوسی کے بُت ذی الکفین کے انہدام کے لئے روانہ کیا گیا۔

● غزوۂ طائف [2]

---

[1] حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے ذی الکفین کو منہدم کر کے اس کے چہرے کو آگ لگا دی۔ یہ واقعہ شوال ۸ھ کا ہے۔

[2] غزوۂ حنین سے دشمن نے شکست کھا کر طائف میں قلعہ بندی کر لی۔ نبی پاک صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کی سرکوبی کے لئے لشکر سمیت طائف کی جانب پیش قدمی فرمائی۔ مالک بن عوف نصری سردار ہوازن کا قلعہ رستہ میں آیا۔ اس کو فتح کرنے کے بعد طائف کی جانب کوچ فرمایا۔ دشمن قلعہ میں محصور تھے چنانچہ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ یہ شوال ۸ھ کا واقعہ ہے مسلمانوں نے منجنیق سے ان پر سنگ باری کی۔ ان کے انگور کے باغات کو نذرِ آتش کر دیا اور شدید جنگ کی لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے محاصرہ اٹھا لینے کا قصد فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بغیر فتح کے پلٹنا شاق تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گذارش پر آپ نے اگلے دن قتال کی اجازت دے دی۔ لیکن دوسرے روز کے حملے میں مسلمانوں کو شدید نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اس پر آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے محاصرہ اٹھا لینے کا اعلان کر دیا اور ان کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی۔ جس کے نتیجے میں انہیں دولتِ ایمان نصیب ہوئی۔

(حدائق الانوار، مطالع الاسرار ملتقطاً)

● سریہ عیینہ بن حصن فزاری[1]

بنو تمیم کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا۔

● ولید بن عقبہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی مصطلق کے ہاں صدقات کی وصولی کے لئے روانہ فرمایا۔ قبیلہ کے افراد اس کی آمد کی خبر سے خوش ہو کر استقبال کے لئے نکلے۔ ولید واپس آ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ وہ ہتھیار بند ہو کر اس سے ملنے کے لئے آئے تھے۔ آپ نے ان کی گوشمالی کے لئے لشکر بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ جب ان کے پاس یہ خبر پہنچی تو وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں احوال واقعی عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ اس موقعہ پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی :

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ	"اگر کوئی فاسق تمہیں کوئی خبر پہنچائے
فَتَبَيَّنُوْٓا ۔	اس کی تحقیق کر لیا کرو"

---

[1] محرم ۹ھ پچاس سواروں کا یہ دستہ روانہ کیا گیا۔ اس دستہ میں نہ کوئی مہاجر شامل تھا اور نہ انصار سے کوئی فرد۔ انہوں نے صحرا میں دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ گیارہ مرد، گیارہ عورتیں اور تیس بچے قیدی بنا لئے۔ بنو تمیم کے رؤساء پر مشتمل ایک وفد اپنے قیدیوں کی رہائی کے سلئے مدینہ منورہ حاضر ہوا جس میں عطارد، زبرقان، قیس بن عاصم اور اقرع بن حابس جیسے سردار شامل تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کاشانۂ نبوی کے باہر سے پکارا جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی :

"اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ"

- سریہ حضرت قطبہ بن عامر بن جدیدہ رضی اللہ عنہ[1]
قبیلہ خشعم کی جانب بھیجا گیا۔
- سریہ حضرت ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ[2]
بنی کلاب کی جانب روانہ کیا گیا۔
- سریہ حضرت علقمہ بن مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ[3]
حبشہ کی طرف بھیجا گیا۔
- سریہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ[4]
بنی طے کے معبود فلس کو توڑنے کی غرض سے روانہ ہوا۔

---

[1] صفر ۹ھ کو بیس آدمیوں کا یہ دستہ دس اونٹوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ ان کو حکم دیا گیا کہ دشمن پر اچانک حملہ کر دیں۔ وہ اونٹوں پر باری باری سواری کرتے سوئے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ شدید جنگ ہوئی جس میں فریقین کثرت سے زخمی ہوئے۔ دشمن کے اونٹ اور بکریاں غنیمت میں لے آئے۔ کفار نے تعاقب کیا۔ لیکن سیلاب دونوں فریقوں کے درمیان حائل ہو گیا۔

[2] ربیع الاول ۹ھ کو ایک جماعت بنی کلاب کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے روانہ کی گئی انہوں نے جزیہ سے انکار کیا اس پر ان سے جنگ ہوئی اور کفار کو شکست ہوئی۔

[3] اس خبر پر کہ حبشہ کے کچھ لوگ جدہ میں دیکھے گئے یہ مہم بھیجی گئی مسلمان تعداد میں تین سو تھے۔ دشمن فرار ہو گیا۔

[4] ڈیڑھ سو انصار سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں پر مشتمل یہ لشکر ربیع الآخر ۹ھ کو روانہ ہوا۔ انکے سپہ سالار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے ہمراہ دو جھنڈے بھی تھے۔ صبح سویرے دشمن پر حملہ کر ... اور بت فلس کو مسمار کر دیا مسلمانوں کے ہاتھ قیدی اونٹ اور بکریاں آئیں۔

● سریہ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ [۱]
عذرہ و بلی قبائل کے علاقہ جناب کی طرف بھیجا گیا۔
● غزوہ تبوک [۲]

---

[۱] ربیع الآخر ۹ھ کو یہ سریہ روانہ کیا گیا۔

[۲] رجب ۹ھ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ شام میں رومیوں نے کثیر لشکر جمع کر رکھا ہے۔ شہنشاہ ہرقل نے اپنی فوج کو ایک سال کی تنخواہ پیشگی دیدی ہے۔ یہ سفر دور دراز کا تھا اور موسم شدید گرمیوں کا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیدیا۔ ہر مخلص مومنین نے بڑے شوق سے تیاری شروع کر دی۔ کچھ مخلص اپنی ناداری کے باعث سفر کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ وہ روتے ہوئے دربار نبویؐ میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمارے سفر کے لئے سواری وغیرہ کا بندوبست کیا جائے۔ آپ نے معذرت فرمادی۔ منافقین نے بغیر کسی عذر کے جنگ سے رخصت طلب کی۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ تین مخلص مومن بھی بغیر عذر کے جنگ پر روانہ نہ ہوئے۔ مسلمانوں کا لشکر تبوک میں اترا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبائل عرب کی تمام شاخوں کو اپنے اپنے جھنڈے تیار کرنے کا حکم دے دیا۔ مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تھی۔ ان کے ساتھ دس ہزار گھوڑے بھی تھے۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کا ایک دستہ دے کر دومۃ الجندل میں قبیلہ کندہ کے حکمران اکیدر بن عبدالملک کے پاس بھیجا جو عیسائی تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اکیدر کو قید کر لیا اور اس سے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو دیگر جانور، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے وصول فرما کر اس شرط پر صلح کی کہ وہ دربار نبویؐ میں حاضر ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے امان دی اور امان نامہ تحریر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

- حج در امارتِ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ [1]
- سریہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ [2]

بنی عبدالمدان کی جانب نجران بھیجا گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۴ سے آگے) فرمادیا۔ دشمن سے جنگ کی نوبت نہ آئی۔ مسلمانوں کا لشکر رمضان المبارک ۹ھ کو واپس مدینہ منورہ پہنچا۔ پیچھے رہنے والوں نے قسمیں کھا کھا کر اپنے عذر بیان کئے۔ آپ نے اُن کی معذرت قبول فرمالی۔ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بغیر کسی عذر کے پیچھے رہ گئے تھے، ان کی توبہ کی قبولیت میں آیاتِ کریمہ نازل ہوئیں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری غزوہ تھا۔

[1] ذی الحجہ ۹ھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حج کے لئے روانہ فرمایا۔ امیر الحجاج حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے ہمراہ بیس اونٹ قربانی کے لئے روانہ فرمائے۔

حجاج کا یہ قافلہ جب عرج کے مقام پر پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی قصواء دے کر بھیجا تاکہ لوگوں کو سورۂ برات پڑھ کر سنائیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں مسلمانوں نے حج ادا کیا۔ ۱۰ر ذی الحجہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۂ برأت کی تلاوت لوگوں کے سامنے سامنے فرمائی اور ہر عہد والے کے عہد کو واپس کر دیا اور اعلان فرمایا کہ آئندہ کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا اور نہ برہنہ ہو کر طواف کیا جائے گا۔

[2] یہ سریہ ۱۰ھ میں بھیجا گیا۔

● سریہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ [۱]

یہ یمن روانہ کیا گیا۔ ایک قول کی رُو سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن پر دو دفعہ فوج کشی فرمائی۔

● حجۃ الوداع [۲]

---

[۱] سرزمینِ یمن پر یہ مسلمانوں کی اوّلین لشکر کشی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے عمامہ باندھا اور جھنڈا عطا فرما کر کوچ کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی تعداد تین سو تھی۔ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ کئی جماعتوں نے اسلام قبول کر لیا۔

[۲] ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا اور لوگوں میں اس کا اعلان فرما دیا۔ ۲۵ ذی قعدہ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ہمراہ آپؐ کی تمام ازواجِ مطہرات تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے طوافِ کعبہ کے بعد مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اپنی سواری پر صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔ یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا۔

"یہ حج اکبر کا دن ہے۔ تمہارے خون، تمہاری آبروئیں اس دن، اس مہینہ اور اس شہر کی طرح تم پر حرام ہیں"

پھر آپ نے مسلمانوں سے سوال کیا کیا میں نے پیغامِ الٰہی کی تبلیغ کر دی۔ لوگوں نے عرض کی ہاں۔ آپؐ فرمانے لگے اے اللہ! گواہ رہ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا) آیت نازل ہوئی۔

● سریہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ[1]

اہلِ ابنی کی طرف بھیجا گیا جو کوہ سراہ کے مقام بلقاء کے نواح میں تھے۔ یہ لشکر مدینہ منورہ سے باہر نکل کر جمع ہوا۔ اسی دوران رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہوئے۔ آپ کی یہ علالت مرض الموت ثابت ہوئی۔ وہیں لشکر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر ملی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اپنی مہم پہ روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ انھوں نے اہل ابنی پر چاروں اطراف سے حملہ کر دیا۔ اپنے والد کے قاتل کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور جو قابو میں آئے انہیں قید کیا۔ جب لشکر واپس مدینہ منورہ آیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مہاجرین و انصار کے ساتھ لشکر کے صحیح وسالم واپس آنے کی خوشی میں اُن کے استقبال کے لئے نکل آئے۔

غزوات کی کل تعداد ستائیس اور سرایا کی تعداد ۵۶ ہے۔ ان نو غزوات میں سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ فرمائی

بدر ۔ احد ۔ مریسیع ۔ خندق ۔ قریظہ ۔ خیبر ۔ فتح ۔ حنین ۔ طائف

ابن سعد فرماتے ہیں غزوات کی اس تعداد پر ہمارا اتفاق ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ غزوہ بنی نضیر اور خیبر سے واپسی پر غزوہ وادی القریٰ میں بھی آپ نے قتال فرمایا۔ نیز غابہ میں بھی جنگ فرمائی۔

---

[1] ۲۲ صفر ۱۱ھ پیر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سریہ کی تیاری کے لئے حکم دیا۔ اس سے دو روز بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت شروع ہوئی۔ جمعرات کو آپ نے حضرت اسامہ بن زید کو علم مرحمت فرمایا اور کوچ کا حکم دیا۔

مؤذنین

- حضرت بلال بن رباحؓ رضی اللہ عنہ[1]
  یہ اوّل موذنِ نبوی ہیں۔
- حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ[2]
  یہ نابینا تھے۔
- حضرت ابو محذورہ جُمحی[3]

---

[1] خدام النبی کے باب میں حواشی پر مختصر حالات گزر چکے ہیں۔

[2] اسم گرامی میں اختلاف ہے۔ بعض سے عمرو اور بعض سے عبداللہ مروی ہے۔ ام مکتوم ان کی والدہ کی کنیت تھی جن کا نام عاتکہ تھا۔ والد کا نام قیس تھا جو بنی عامر بن لؤی سے تھے۔ غزوۂ بدر سے کے تھوڑے عرصہ کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر آئے۔ نابینا ہونے کے باعث نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر غزوات میں اُنہیں مدینہ طیبہ میں نائب مقرر فرما دیتے تھے۔ جنگِ قادسیہ میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں وصال پایا۔ (المعارف)

[3] ان کا نام سلمان تھا۔ باپ کا نام سلمان یا سمرۃ تھا۔ غزوۂ حنین کے بعد ایمان لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ان کو اذان کا حکم دیا۔ مسجد حرام میں اب (عہدِ ابن قتیبہ) تک مؤذن ان کی اولاد ہے۔

(المعارف)

کاتب

- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔[1]
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ[2]
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔[3]
- حضرت علی رضی اللہ عنہ۔[4]
- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔[5] یہ پہلے کاتبِ نبوی ہیں ۔
- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ[6]

---

[1]، [2]، [3]، [4] آئندہ صفحات میں ان کے مختصر حالات ملاحظہ ہوں ۔

[5] انصار کے سابقینِ اسلام میں سے تھے۔ بدر اور دیگر غزوات میں شرکت فرمائی ۔ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ عہدِ نبوی کے اصحابِ فتویٰ میں سے تھے ۔ ۱۹ھ یا ۲۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی ۔ (زرقانی)

[6] جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ آئے۔ ان کی عمر گیارہ سال تھی ۔ آپ سے روایت ہے مجھے اس وقت دربارِ نبویؐ میں لایا گیا جب عرض کیا گیا کہ اس انصاری بچے نے سترہ سورتیں پڑھ لی ہیں۔ میں نے آپ کو سنائیں تو آپ خوش ہوئے۔ فقیہ و صاحبِ فتویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن مجید جمع فرمایا۔

(زرقانی)

- حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ [1]
- حضرت حنظلہ بن ربیع اُسیدی رضی اللہ عنہ [2]
- حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ [3]
- حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ [4]
- حضرت علاد بن حضرمی رضی اللہ عنہ [5]

دربارِ نبوی کے مستقل کاتب حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک اور شخص بھی آپ کا کاتب تھا لیکن مبتلا ئے فتنہ ہو کر عیسائی بن گیا۔

---

[1] مشہور قول کے مطابق بعثتِ نبویؐ کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے انہیں شام کا والی بنا دیا۔ چالیس سال حکومت کی جن میں بیس سال امارت اور بیس سال خلافت تھی۔ تقریباً اسی برس کی عمر میں وفات پائی (زرقانی)

[2] بنو تمیم سے تھے۔ انہیں حنظلہ کاتب کہا جاتا ہے۔ جنگِ قادسیہ میں شریک ہوئے۔ کوفہ میں رہائش کر لی تھی۔ وہیں خلافتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی (زرقانی)

[3] قدیم الاسلام صحابی تھے۔ حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ عمرۃ القضاء اور مابعد غزوات میں شریک ہوئے۔ (زرقانی)

[4] غزوۂ خیبر کے ایام میں اسلام لائے۔ وصال نبوی کے وقت بحرین کے والی تھے۔ خلافتِ صدیقی میں واپس آئے اور شام چلے گئے۔ ۱۳ھ میں جنگِ اجنادین میں شہید ہوئے۔ (زرقانی)

[5] مستجاب الدعوات تھے۔ خلافتِ فاروقی میں قیاس میں وصال پایا۔

(المعارف)

سر قلم کرنے والے جلاد

حضرت علی[1] رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر[2] رضی اللہ عنہ

حضرت محمد بن مسلمہ[3] رضی اللہ عنہ

حضرت مقداد[4] رضی اللہ عنہ

---

[1] آپ کے مختصر حالات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

[2] حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ سے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے لختِ جگر تھے۔ آٹھ یا بارہ برس کی عمر میں ایمان لائے۔ دونوں ہجرتوں میں شریک تھے۔ آپ کے جسم مبارک پر گہرے گھاؤ کے تین نشانات تھے ان میں سے دو زخم بدر میں آئے اور ایک یرموک میں۔ چھیاسٹھ یا ستاسٹھ برس کی عمر میں ۳۶ھ کے ماہ جمادی الاولیٰ میں شہید ہوئے۔ (اصابہ)

[3] بعثتِ نبوی سے بائیس سال قبل ولادت ہوئی۔ یہ خود اور اُن کے چار صاحبزادے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تھے۔ صفر ۴۶ھ یا ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(اصابہ)

[4] مقداد بن اسود کندی قدیم الاسلام اور دونوں ہجرتوں میں شریک تھے۔ سات اوّلین

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۷۲ پر)

• حضرت عاصم بن ابی افلح رضی اللہ عنہ[2]

(بقیہ حاشیہ ص۱۷۱ سے آگے) اسلام کا اظہار کرنے والوں میں سے ایک تھے۔
ستر برس کی عمر میں ۳۲ھ دورِ عثمانی میں وفات پائی۔

(اصابہ)

[2] انصار کے سابقین اولین میں سے تھے (اصابہ)
ایک سریہ میں شہادت پائی جس کا ذکر سرایا و غزوات میں گزر چکا ہے۔

○

محافظ

- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ[1]
- حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ[2]
- حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ[3]
- حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ[4]
- حضرت زکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ

---

[1] حضرت سعد بن ابی وقاص مالک بن خالد رضی اللہ عنہ انصاری، سہل بن سعد کے والد تھے۔ آپ نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تیاری کی لیکن بیمار ہوگئے اور وفات پا گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غنیمت سے ان کا حصہ مقرر فرمایا۔
(اصابہ)

[2] اپنے قبیلہ بنی اوس کے سردار تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاتھ پر ہجرتِ نبوی سے قبل ایمان لائے۔ آپ کے کہنے پر تمام قبیلہ داخلِ اسلام ہو گیا۔ غزوہ بدر، احد، اور خندق میں شرکت فرمائی۔ غزوہ خندق میں ایک تیر سے زخمی ہوئے۔ زخم مندمل ہونے کے بعد پھر ہرا ہوگیا اور اسی سے وفات پائی۔
غزوۂ بدر میں عریشِ نبوی پر پہرہ دار تھے۔ (زرقانی)

[3] آپ اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ دار ہوتے۔ (زرقانی)

[4] نام خالد بن زید تھا۔ بنی نجار سے قدیم الاسلام تھے۔ ہجرت کے بعد نبی کریم (باقی صفحہ ... پر)

- حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ [1]
- حضرت بلال رضی اللہ عنہ [2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۳ سے آگے) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے گھر رہے جب حجرات تیار ہو چکے تو ان میں منتقل ہو گئے۔ ۵۲ھ میں قسطنطنیہ کی مہم میں وصال پایا۔ (اصابہ)

[1] مختصر حالات پچھلے باب کے حواشی میں ملاحظہ ہوں۔

[2] سابقہ صفحات کے حواشی میں ملاحظہ ہوں۔

O

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

- حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ [1]
- حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ [2]
- حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ [3]
- حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ [4]

---

[1] سابقین الاسلام سے تھے۔ ۲۵ یا ۳۱ آدمیوں کے بعد ایمان لائے۔ مساکین کی سرپرستی کرنے کے باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ابو المساکین کنیت عطا فرمائی۔ حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ نجاشی نے آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا۔ غزوہ خیبر کے موقع پر مدینہ منورہ منتقل ہو گئے۔ غزوہ موتہ میں جمادی الاولیٰ ۸ھ میں شہادت پائی۔ (اصابہ)

[2] رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے مناقب وفضائل میں احادیث کثرت سے مروی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ بنے لیکن حضرت معاویہ رض کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ زہر کے اثر سے شہادت پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے (اصابہ)

[3] حضرت عبداللہ بن عباس کے حقیقی بھائی تھے۔ عہد نبوی میں بچے تھے۔ سمرقند چلے گئے وہیں شہادت پائی۔ (اصابہ)

[4] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حارث بن عبدالمطلب کے صاحبزادے تھے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶ پر)

- حضرت سائب بن عبید رضی اللہ عنہ
- حضرت مسلم بن معتب رضی اللہ عنہ
- حضرت کابس بن ربیعہ بن مالک سامی رضی اللہ عنہ

یہ بصرہ کے رہنے والے تھے اور بنی سامہ لؤی سے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے۔ ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ایک جاگیر انہیں عطا فرمائی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب انہیں دیکھتے رو پڑتے۔

○

(بقیہ حاشیہ ص۱۷۵ سے آگے) آپ کے رضاعی برادر بھی۔ انہوں نے بھی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ فتح مکہ کے دوران ایمان لائے۔ غزوہ حنین میں شرکت فرمائی اور ثابت قدم رہے۔ خلافتِ فاروقی میں وصال پایا۔

(اصابہ)

وصال شریف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سر درد شروع ہوا۔ پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مرض نے شدت اختیار کر لی۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے اجازت چاہی کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر آپؐ کی تیمارداری کی جائے۔ سب نے اجازت دیدی۔ آپؐ بارہ روز بیمار رہے۔ ایک روایت کے مطابق مرض کی مدت چودہ روز رہی۔

ابن حبیب ہاشمی فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سترہ نمازیں پڑھائیں۔

ایک روایت کی رُو سے تین روز تک انہوں نے امامت فرمائی۔

وصال سے قبل آپؐ کو اختیار دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات یا دنیا میں رہنے ہر دو امور میں سے جسے چاہیں اپنے لئے پسند فرمالیں۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے لقاء کو اختیار فرمالیا۔ آپؐ کا وصال پیر کے روز بوقت چاشت یکم ربیع الاول کو ہوا۔ ایک قول کے مطابق ۲ ربیع الاول، ایک اور قول کی رُو سے ۱۲ ربیع الاول کو وصال ہوا یہی آخری قول صحیح تر ہے۔ دفن کے وقت میں یہ تین قول ہیں۔

بدھ وار آدھی رات۔ منگل کی رات۔ منگل کا دن۔ قول اول صحیح تر ہے۔

مسلمانوں نے فرداً فرداً بغیر کسی کی امامت کے آپؐ پر نماز پڑھی۔ جائے وصال ہی میں آپؐ مدفون ہوئے۔

ایک روایت ہے۔

آپؐ کی پیدائش، بعثت، مکہ معظمہ سے ہجرت، مدینہ منورہ میں داخلہ اور وصال کا دن پیر ہے۔

شرکاءِ غسل مبارک

- حضرت عباس رضی اللہ عنہ
- حضرت علی رضی اللہ عنہ
- حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت صالح جن کا نام شقران تھا رضی اللہ عنہ۔
- ایک روایت کے مطابق حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما۔
- حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ۔
- حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دیتے تھے۔ حضرت فضل اور حضرت قثم رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت اسامہ اور حضرت صالح رضی اللہ عنہما پانی ڈالتے جاتے۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے غسل میں شریک نہ تھے۔ ایک قول کی رُو سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ دروازہ پر تھے۔

قبرِ انور میں اُتارنے والے

حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

حضرت فضل رضی اللہ عنہ۔

حضرت صالح رضی اللہ عنہ۔

ایک روایت میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کے اسماء بھی وارد ہیں۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عقیل بن ابی طالب اور حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہم کے نام بھی مذکور ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی انگوٹھی قبرِ انور میں گر گئی تو آپ قبر مبارک میں اُترے۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار کرنے والے آپ آخری آدمی ہیں۔ ایک قول یوں ہے کہ انگوٹھی باہر لانے کے لئے قبرِ انور میں اُترنے والے حضرت قثم رضی اللہ عنہ ہیں۔

○

عمر مبارک

بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب چالیس برس ہوئی تو آپ پر وحی آنا شروع ہوئی۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ میں آپ کا قیام تیرہ برس رہا اور مدینہ منورہ میں دس برس رہا۔ وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ترسیٹھ برس تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ، امیر معاویہ، ابن مسیب اور قاسم رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ۶۰ برس کی عمر میں ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ کا وصال سال کے آخر میں ہوا۔

خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

پہلی روایت صحیح تر ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان ہے۔ وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن سقیفہ بنی ساعدہ میں آپ کی بیعت کی گئی۔ دوبارہ بیعتِ عامہ اگلے روز یعنی منگل کو ہوئی۔ یہ ربیع الاول ۱۱ھ کا واقعہ ہے۔

آپ کا انتقال بروز پیر ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو ہوا۔ آپ کی خلافت کا زمانہ دس دن کم دو سال چار ماہ ہے۔

ایک قول کے مطابق آپ کی خلافت کا زمانہ دو سال تین ماہ اور نو دن ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام عمر بن خطاب ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صراحت کے باعث آپ کی بیعت وصالِ صدیقی کے روز ہوئی۔ پھر ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا جس سے آپ شہید ہوئے۔ آپ کی مدتِ خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد آپ خلیفہ بنائے گئے۔ ایک قول کے

مطابق محرم کی پہلی اور دُوسرے قول کی رُو سے ۴ محرم سنہ ۲۴ھ شہادتِ فاروق اعظم کے تیسرے دن بعد آپ کی بیعت کی گئی۔ ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۳۵ھ جمعہ کے روز جامِ شہادت نوش فرمایا۔ مدتِ خلافت گیارہ سال گیارہ ماہ اور چند دن ہے۔ ابو معشر کا قول ہے بارہ سال سے بارہ دن کم عرصۂ خلافت ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی شہادت رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ میں ہوئی۔ مدتِ خلافت چار برس نو ماہ اور چند روز ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے روز لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سات ماہ گیارہ روز اور بقولِ بعض چار ماہ خلیفہ رہے۔ پھر مسلمانوں کا خون بہانا ناپسند فرما کر خلافت سے دستبردار ہو گئے اور جمادی الاولیٰ سنہ ۴۱ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَسَلَّمَ

۹ رجب المرجب [illegible] منگل بعد نماز عشاء بوقت ۱۰ بجے شب [illegible]